طُرفۃ العین

اُردو ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

اَللّٰہُ تَقَدَّسَ بِاَسۡمَآئِہٖ وَتَعَالٰی بِکِبۡرِیَائِہٖ وَ نَعۡتُ خَاتَمَ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَاَھۡلِ بَیۡتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

اَللّٰہ تعالیٰ کے پاک اسما، اور اُس کی عظمت و کبریائی کے ساتھ (اس رسالہ کی ابتدا کی جاتی ہے) اور نعت (درود و سلام) خاتم النبیین اُمّی (اُمّ العلوم) رسُول مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی آل پر ہو اور سلامتی ان کےلیے ہے جو ہدایت کی پیروی کرتے ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل آپ کے اصحاب اور اہل بیت پر (بھی سلامتی ہو۔)

جان لو! کہ تلمیذ الرحمٰن نے (فقیر) کو فیض و برکات۔ سلک سلوک۔ تصوف کے نکات۔ تصور۔ تصرف۔ توحید ذات (کا استغراق) برزخ (اسم اللہ) کے مسمیٰ سے حاصل ہوتا ہے)۔ (جبکہ) قاری کو (صرف) اسم سے تعلق ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ

رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ رب تعالیٰ کے نام سے
پڑھیے جس نے (ہر شے کو پیدا کیا) اور انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے تخلیق کیا۔
انسان ہونا محض باری تعالیٰ کے کرم سے ہے۔ حدیث قدسی: اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَ
وَاَنَا سِرُّہٗ۔ انسان میرا بھید ہے اور میں ھُوْ کا بھید ہوں۔ (ذکر) مذکور سے
جواب باصواب مع اللہ الہام اور حضوری حضرت مُحَمَّد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے مشرف مسرور مغفور ہونا اور نفس و شیطان (دونوں پر) غالب قاہر ہونا
کہ (وہ) مقہور ہو جائیں (اسم اللہ سے ہے) کہ ہم اللہ تعالیٰ کے طالب ہیں اور
ہمارا ظہور اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ حدیث قدسی: کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ
اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ۔ میں تھا مخفی خزانہ میں نے چاہا کہ
میری پہچان کی جائے۔ پس میں نے اپنی پہچان کے لیے مخلوقات (کو پیدا فرمایا) لیکن
(اس پہچان کی شرط یہ ہے کہ یہ راہ قیل و قال میں نہیں (بلکہ) دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ۔
اپنے نفس کو چھوڑ دے اور چلا آ۔ میں (پوشیدہ) ہے۔ ہدایت اور ربوبیت (کی راہ)
سُلطانُ العارفین (کی راہ) ہے۔ حدیث: مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ
شَیْءٌ۔ (اسم اللہ کے عارف سے کوئی شے مخفی نہیں رہتی۔ حدیث: مَنْ عَرَفَ
رَبَّہٗ فَقَدْ کَلَّ لِسَانُہٗ۔ جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان (قیل و قال)
سے بند ہو گئی۔ حدیث: مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَقَدْ طَالَ لِسَانُہٗ۔ جس نے
اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان دراز ہو گئی۔ زبان، قلب اور روح کے ذکر
کو ذکر تو اپنے جسم پر مختلف مقامات تعین کر کے انہیں ذکر کی تلقین کرتا ہے، چھوڑ
دے کیونکہ اللہ تعالیٰ غیر مخلوق ہے اور غیر مخلوق کو غیر مخلوق ذکر سے ہی یاد کرنا
چاہیے۔ (وہ ایسا ذکر ہے) جس میں اللہ تعالیٰ ذکر کرتا ہے اور بندہ (مسموع)
اسے سننے والا بن جاتا ہے۔ چنانچہ تمام حفظ۔ حافظ قرآن اللہ تعالیٰ کی محبت

ہی ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ۔ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر
کروں گا۔ قولہ تعالیٰ: فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ یُقْبَلُ اللّٰہُ فَارِقَ النَّفْسِ
ثُمَّ قُلْ اَللّٰہُ دَعْ قَلْبَكَ وَدَعْ رُوْحَكَ وَ ثُمَّ قُلْ اَللّٰہُ کَمَا قَالَ
الْحَبِیْبُ قُلْ اَللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ ثُمَّ قَالَ اَللّٰہُ سُبْحَانَ اللّٰہِ
طَارَ رُوْحِہٖ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ کی طرف بھاگو۔ اللہ تعالیٰ
فارغ النفس کو قبول کرتا ہے۔ پھر اللہ کہو۔ قلب اور روح کو چھوڑ دو۔
پھر اللہ کہو جیسا کہ حبیب (خدا نے) اللہ کہا اور (جملہ عالم کو چھوڑ دیا) پھر
اللہ (سُبْحَانَ اللّٰہ) کہا اور اپنی روح کو بھی چھوڑ دیا۔ حدیث: مَنْ لَّمْ
یُؤَدِّ فَرْضَ الدَّائِمِ لَمْ یُقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ فَرْضَ الْوَقْتِ وَمَنْ
لَمْ یُؤَدِّ فَرْضَ الْوَقْتِ لَمْ یُقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ فَرْضَ الدَّائِمِ۔ حدیث
حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی دائمی فرض (ذکر) ادا نہیں
کرتا، اللہ تعالیٰ اس کا وقتی فرض (نماز روزہ وغیرہ) قبول نہیں کرتا اور جو کوئی
وقتی فرض (ادا نہیں کرتا)، اللہ تعالیٰ اس سے دائمی فرض قبول نہیں کرتا۔
پس معلوم ہوا کہ دائمی ذکر کے بغیر وقتی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اگرچہ وہ وقتی
نماز (کی ادائیگی) سے کبڑا ہو جائے۔ اور نماز وقتی کے بغیر دائمی ذکر قبول نہیں
ہوتا اگرچہ وہ پارسائی سے بال کی مانند (سوکھ) جائے۔ سلطان الذاکرین ذکر
غیر مخلوق اسم اللہ۔ اسم لِلّٰہ۔ اسم لَہٗ اور اسم ھُوْ کے برزخ میں فنا
فی اللہ باھُوْ ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ بیت ؎

ذکر ھُوْ سے باھُوْ ہو کر پھر کبھی مرتا نہیں
واصلوں کا ذکر آنا جانا (وہ عام ذکر) کرتا نہیں

حدیث: کُلُّ نَفَسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ مَیِّتٌ۔ جو سانس

بھی بغیر ذکر اَللّٰہ کے نکلتا ہے وہ مُردہ ہے۔ پس (ذکر کلمۂ طیّب سے) نفس دِل ہو جاتا ہے۔ دِل رُوح بن جاتا ہے۔ رُوح سِرّ ہو جاتی ہے۔ سِرّ اسم اَللّٰہ سے جاتا ہے۔ اسم اَللّٰہ توحید ہے اور توحید غیر مخلوق ہے۔ موحّد اہلِ توحید حق اِسی کو کہتے ہیں۔ بیت ؎

چشمِ بینا سے خود کو دیکھا چاہیئے پھر نفس راہزن کو کُشتہ کرنا چاہیئے

قولہ تعالیٰ: نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد۔ میں تمہاری شاہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہوں۔ آدمی کے ساتھ خدا تعالیٰ اِس طرح ہے جیسے کہ ہڈیوں میں مغز۔ قولہ تعالیٰ: وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ میں تمہارے نفس میں موجود ہوں تم دیکھتے کیوں نہیں۔ نفس اور شیطان وجود میں اِس طرح ہیں جیسے رگ و پوست۔ پس مغز وہی معنی رکھتا ہے جو کہ مغز پوست اور رگ جسم سے رکھتے ہیں۔ پس اہلِ علم اور اہلِ فقر کے درمیان یہی فرق ہے (کہ اہلِ فقر مغز ہیں اور اہلِ علم رگ و پوست)۔ جب سالک اِس مقام پر پہنچتا ہے تو وہ تین میں سے ایک خدا کی تحقیق کرتا ہے۔ معلوم ہے کہ آدمی کے وجود میں تین خدا (خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں) ایک نفس۔ دُوسرا ہوا۔ تیسرے خدا بس خودی کے (خود ساختہ) خداؤں کو قتل کر کے اِنَّ اللّٰہَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔ بے شک اِلٰہ واحد اَللّٰہ ہی ہے، کو اپنے وجود میں اثبات کرتا ہے۔ تب حقیقی مسلمان بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم بُت خانہ میں بتوں کو توڑ کر باہر تشریف لائے۔

حدیث: مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا (آفاتِ نفس سے آگاہ ہو گیا اور اس کی بیماریوں کا علاج کر لیا) پس اُس نے (پاکیزگی قلب اور روشنائی صفائی) میں اپنے رب کو پہچان لیا۔

حدیث: مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ بِالْفَنَآءِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ بِالْبَقَآءِ

جس نے اپنے نفس کو فنا کر لیا اُس نے اپنے رب کو بقا میں پا لیا۔ اہلِ ہوا (خواہشاتِ نفسانی کے بندے) ہوا کے ساتھ ہوتے ہیں اور اہل اللّٰہ با خدا ہوتے ہیں۔

حدیث: مَنْ یَّشْغَلُ شَیْءٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ صَنَمُکَ۔ جو شغل بھی تجھے ذکر اللّٰہ سے روک دے وہی تیرا بُت ہے؛ حدیث: فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ۔ اَللّٰہ کی طرف بھاگو (کا حکم آیا ہے) مگر تُو نے فَفِرُّوْا مِنَ اللّٰہ سمجھ لیا ہے۔ یعنی اَللّٰہ کی طرف بھاگنے کو اَللّٰہ کی جانب سے (اُلٹا بھاگنا) سمجھ لیا ہے؛ اے (دِل کے) اندھے اور قبر تنگ ظلمات میں پھنسے ہوئے (ظلمات میں بھٹکنے والے) کیا تُو نے حضرت پیغمبر صاحب صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سُنا۔ حدیث: لَایَشْغَلُھُمْ شَیْءٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی طَرْفَۃَ الْعَیْنِ۔ (اَللّٰہ کے بندوں کا) کوئی شغل اُن کو آنکھ جھپکنے کے لیے بھی اَللّٰہ کے ذکر سے نہیں روکتا۔

جان لو کہ علم کیا ہے؟ (علم) راہ ہے۔ اور مُرشد کیا ہے؟ (مُرشد) ہمراہ ہے۔ جو کوئی راہ میں ہمراہ نہیں رکھتا وہ گمراہ ہے اور جس کسی کا راہِ (سلوک) میں (مُرشد) ہمراہ ہے وہ بادشاہ ہے۔ (اس راہ میں) اوّل فنا فی الشیخ ہے۔ بعدہٗ فنا فی الرسول اور بعدہٗ فنا فی اللّٰہ۔ قولہ تعالیٰ: وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ۔ اپنے آپ کو بھول کر ذکر اللّٰہ کر۔ (یعنی فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللّٰہ کے مقام پر ذکر اللّٰہ کر)۔ قولہ تعالیٰ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اپنی وہ چیز جو تمہیں پیاری ہے اَللّٰہ کی راہ میں خرچ نہ کرو؛ لیکن تم لوگوں نے اس کو کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو بے شک اللّٰہ تعالیٰ فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتے، سے بدل دیا ہے۔

حدیث: اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ۔ موت ایک پُل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملا دیتا ہے۔ دل کے کانوں سے اس غریب

کی نصیحت سُن (اور قبول کر)۔ قولہ تعالیٰ: کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ مرنے کے دن کو تُو نے بھلا رکھا ہے۔ تو نے شیطان کا جامِ غفلت پی رکھا ہے۔ مخلوق کے حقوق تو تیرے پیشِ نظر ہیں لیکن حقوق اللہ کو تُو نے چھوڑ رکھا ہے۔ قولہ تعالیٰ: مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ جو اِس دُنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا؛ حدیث: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِی الْمَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔ مخلوق کی طاعت جس میں خالق کا گناہ ہو اختیار نہ کر؛

اے عزیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:-

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ۔ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ۔ لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ... (پ ۴۵)

اُس دن آدمی اپنے بھائی سے دُور بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے۔ ہر شخص اُس روز ایک فکر میں ہوگا؛

فنا کے نشان کو یاد کر اور اشتغال اللہ سے اپنے دل کو شاد کر۔ جان لو کہ اہلِ علم، اہلِ روایت ہیں اور اہلِ فقر، اہلِ ہدایت ہیں۔ پس معلوم ہونا چاہیے کہ روایت ہدایت کے لیے ہے نہ کہ رشوت اور مال و زرِ دُنیا کی محبت اور بدعت کے لیے۔ حدیث: اَلْمُبْتَدِعُ کِلَابُ النَّارِ۔ بدعتی دوزخ کے کتے ہیں۔

سنو! کہ شیطان ہر صبح طمع کا طبل بجاتا ہے اور دُنیا کو آراستہ کر کے اہلِ ہوا (خواہشات کے غلاموں) کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جو کوئی مال و دولت دُنیا اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے اوّل اُسے دُنیا سے یہ قول (اقرار) کرنا پڑتا ہے کہ میں تیرا غلام ہوں اور ہمیشہ تیرا ہی ذکر کروں گا۔ دُنیا شیطان کی متاع ہے۔ پس جو کوئی دُنیا جو شیطان کی دولت ہے، کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے وہ شیطان کے تابع ہو جاتا ہے۔ حدیث: حُبُّ الدُّنْیَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ وَتَرْکُ الدُّنْیَا رَاْسُ کُلِّ عِبَادَةٍ۔ دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے اور ترکِ دُنیا کُل عبادت

کی بُنیاد ہے۔ بس جس کے دل میں ایک (رائی کے) دانہ کے برابر بھی حُبِّ دُنیا موجود ہو اُسے اپنے آپ کو شیطان کے سِلک میں شمار کرنا چاہیے۔ بیت ؎

دُنیا کو تین طلاقیں دینے والے پاک رسولؐ ہیں
حُبِّ دُنیا رکھنے والے (رب) کو نا مقبول ہیں

حدیث: حُبُّ الدُّنْیَا وَالدِّیْنُ لَا یَجْتَمِعَانِ فِی الْقَلْبِ کَالْمَاءِ وَالنَّارِ فِیْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ۔ دین اور دُنیا کی محبت ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتی جس طرح آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

گوشہ نشین علیحدگی پسند سُن لیں کہ اہلِ ریا، بزرگ نُما، اہلِ دکان پوشیدہ شیطان ہیں کہ اپنے آپ کو اولیائے (رحمانی) ہیں جانتے ہیں حالانکہ وہ اہلِ غرور اور خدا تعالیٰ سے بہت دور ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری ملاقات اور ملازمت سے مشرف ہونے کی پانچ اقسام ہیں:-

اہلِ شریعت کو خواب میں زمین پر۔ اہلِ طریقت کو مراقبہ میں۔
اہلِ حقیقت کو مکاشفہ میں۔ اہلِ معرفت کو روح اللہ سے ملاقات، دیدار نصیب ہوتی ہے۔ عاشق آنکھ جھپکنے میں استغراق سے ہمیشہ حضوری میں ہوتے ہیں۔

فقر دریائے ژرف ہے جبکہ رُوح الامین (جبرائیل) کا مقام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ (نورِ فقر) حق الیقین کا مقام ہے جو اہلِ دین کو حاصل ہوتا ہے۔

جان لو کہ یہ راہ مذہب و ملت کی کسی کتاب میں تحریر نہیں بلکہ رب الارباب کی طرف سے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو خطاب ہے:-

جب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے تشریف لائے۔ اوّل عاشقوں نے آپ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے خدا کو دیکھا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں! مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ۔ جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق کو دیکھا

(جس طرح تم مجھے حق الیقین سے اپنے سامنے دیکھ رہے ہو اسی طرح میں نے بھی
اَللّٰہ تعالیٰ کو حق الیقین سے اپنے رُوبرو دیکھا)۔
بعد ازاں علماء نے پوچھا۔ یارسُول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپؐ نے
خُدا تعالیٰ کو دیکھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ
الْھَوٰی۔ میرا کلام خواہش سے نہیں ہے (بلکہ وحی الٰہی ہے)۔
حدیث: تَفَکَّرُوْا فِیْ نِعْمَآئِہٖ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ (پس) اس
کی نعمتوں میں فکر کرو اور اس کی ذات میں فکر نہ کرو (کیونکہ علماء کے لیے عرفانِ
الٰہی کے حصول کی راہ نعمتوں کا تفکر ہی ہے)۔
کوئی نعمت، کوئی لذّت، کوئی شوق و عیش و راحت دیدار سے بڑھ کر نہیں ہے
کیونکہ دونوں جہان کی ہر شے اسی (ذات) کی مشتاق و دیوانہ ہے۔ جس نے دیکھا
وہ گُم ہو گیا۔ (حواس سے بھی، لذّات سے بھی اور مخلوقات سے بھی)۔ جو سر بسر پہنچ
گیا اُس کو کسی نے نہ دیکھا (کسی نے نہ پہچانا)۔ جس کسی نے باشعور ہو کر اس کی تحقیق
کی (تو اُسے معلوم ہو گیا کہ) عشق کی نعمت تک پہنچنا فنا فی اللّٰہ بقا باللّٰہ
سے ہے اور خدا تعالیٰ کی صورت بتانا کفر، شرک اور مردُودگی ہے۔ وہ (ذات)
بے چوں۔ بے چگوں۔ بے شبہ۔ بے نمُوں ہے۔ نور انوار کا دیدار عاشق ہوشیار کا
کام ہے کیونکہ یار کا بھید یار کے ساتھ ہوتا ہے۔ بیت ؎

دیکھتا ہوں اس لیے کہ وہ سرِ رحمت کا نشاں ہے
نشاں اس کا کیا ہو گا جو خود ہی لامکاں ہے
باھُوؒ اگر کوئی پُوچھے اُس کا نشان ؎
کہہ دے وہ تیرے نزدیک تیرے ساتھ (مثل) جان ہے

جان لو! کہ جب فقیر مرتا ہے اور قبر میں منکر نکیر اس سے سوال پوچھنے کے لیے
اُسے اُٹھاتے ہیں تو فقیر فنا فی نور اللّٰہ کی پیشانی پر اسم اَللّٰہ واضح طور پر (درخشاں
ہو جاتا ہے)۔ اسی طرح اس کے دونوں ہاتھوں میں سے داہنے ہاتھ پر اسم اَللّٰہ

(متجلّی ہو جاتا ہے) اور بائیں ہاتھ پر اسم مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم (چمکنے لگتا ہے)
جب فرشتے یہ حال دیکھتے ہیں تو دہشت زدہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے
مردِ صالح! اَللّٰہ تعالیٰ تجھے دونوں جہان میں خیر کثیر عطا فرمائے۔ تو نئی دلہن
کی مانند (جس کے سب گھر والے ناز اُٹھاتے ہیں) اپنی قبر میں آرام سے سو جا۔
قولہ تعالیٰ: اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ
بے شک اولیاء اللّٰہ کو نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی غم۔
پس پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کو (شب معراج حکم ہوا) یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تیس ہزار (احکامِ الٰہی) کو خلق اللّٰہ پر بیان کیجئے کہ یہ امورِ شریعت اور آداب سے
(متعلق ہیں)، تیس ہزار (احکام) کو نگاہ میں رکھیئے کہ یہ اسرار ہیں۔ اسی لیے حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ برزخ فنا فی اللّٰہ کے مشاہدہ۔ دیدارِ حضوری۔ میں
ہوتے تھے۔ حدیث: لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ
وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔ اَللّٰہ کا اور میرا ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے جس میں نہ تو
مقرّب فرشتے کو دخل ہوتا ہے اور نہ ہی کسی (نبیؐ) مرسل کو۔ نبی مرسل حضرت مُحَمَّد
رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سرِ عشق کے نُور (کے غلبہ سے) فرماتے۔ یارَبِّ
مُحَمَّدٍ لَمْ تَخْلُقْ۔ اے مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم کے ربّ! تو مجھے
پیدا ہی نہ فرماتا (تاکہ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تیرے ساتھ ہی رہتا)۔
قولہ تعالیٰ: تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ اپنے آپ میں اَللّٰہ تعالیٰ کے
اخلاق (صفات، تصرفات) پیدا کرو۔ کہ تیس ہزار سخن (اخلاق باللّٰہ سے متعلق
ہیں) ان کے متعلق آپؐ کو اختیار ہے کہ کسی کو بتائیں یا نہ بتائیں۔
پس اے عزیز! یہ رسالہ طُرفَۃُ الْعَیْنِ میں توحید کا استغراق اور مجلس
مُحَمَّدی صلی اللہ علیہ وسلم کی (حضوری) ملاقات عطا کرکے عنایتِ لانہایت
(بخش دیتا) ہے۔
جان لو! کہ (کامل) مُرشد وہ ہے جو بے ذکر۔ بے فکر۔ بے ریاضت۔ بے مشقت

بے شک تصورِ اسم اللہ کی راہ سے حضوری مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دیتا ہے۔ اس میں شک کرنے والا کافر ہے۔ حدیث: اِنَّ الشَّیْطَانَ لَا تَمَثَّلَ بِیْ۔ بے شک شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ جو مرشد خود حضوری ہے اس کے لیے طالبوں کو حضوری میں پہنچا دینا کون سا مشکل ہے؟ لیکن شرط یہ ہے کہ مرشد اور طالب (دونوں، سلک سلوک کے) واقف کار بشرع کے موافق راہِ ظاہری و باطنی سے (آگاہ) راسخ العقیدہ ہوں۔ حدیث: قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ کُلُّ بَاطِنٍ مُخَالِفٌ بِظَاهِرٍ فَهُوَ بَاطِلٌ۔ ابو سعیدؓ نے روایت کی کہ جو باطن ظاہر کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ (راہِ) فقر میں علم اور جہل نہیں کیونکہ اگر کسی کو علم سے حق حاصل ہوتا تو شیطان لعین نہ کہلاتا۔ اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرْ۔ علم حجابِ اکبر ہے۔ جس کسی کو اللہ کافی ہے اُسے "کافیہ" پڑھنے کی حاجت نہیں اور جس کو حق کا حصول ہے اُسے علمِ صرف و نحو کے اصول (یاد کرنے) کی کیا حاجت ہے۔ جان لو! کہ جہل عذاب ہے اور علم عین ثواب ہے۔ ثواب بہشت ہے اور عذاب دوزخ کو کہتے ہیں اور اہلِ محبت کو نہ جنت سے تعلق ہے نہ دوزخ سے۔ بلکہ وہ نفس کے محاسبہ سے جان کباب کر لیتے ہیں۔

درویشوں کے لیے بس اللہ ہی کافی ہے۔ اَللّٰہ بس ماسوی اللہ ہوس۔ علم سراسر یادداشت حساب شمار ہے۔ فقر و فقیر۔ ذکر فکر عشق محبت۔ غرق (فی اللہ) طالبِ دیدار کو کہتے ہیں۔ اہلِ دیدار عاشق اور دیوانے ہیں۔ اہلِ علم دیوان خانہ ہیں۔ روزی معاش، کھانے پینے کی لذات میں مشغول، خدا سے بیگانہ ہیں۔ نفس پرور ہیں۔ فقرا کو اپنا یار بنا۔ قولہ تعالیٰ: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں جہاں کہیں تم ہو (سے مشرف ہیں)۔

فقراء اور فقہاء کے درمیان کیا فرق ہے؟

فقراء صاحبِ ذوق و شوق باخدا غرق ہیں۔

فقہاء مسائل کے مطالعہ سطر ورق حرف (میں مشغول ہیں) محض مسائل کا

مطالعہ قُربِ (الٰہی) سے دُور کر دیتا ہے۔ اَللّٰہ کا ذکر اللہ کا رفیق بنا دیتا ہے۔ (اسی لیے) فقرا صاحبِ معرفت اہلِ توفیق ہیں۔ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ بے شک اولیاء اللہ مرتے نہیں۔ فقہا کا نام عارف، اولیاء نہیں ہوتا۔ فقیہہ واصل خدا کو نہیں کہتے۔ وہ اولیاء نہیں ہیں۔ پس فقیہہ کا مرتبہ دنیا (دار) کا ہے جبکہ فقیر کا (مرتبہ) ہم نشینِ باخدا کا ہے۔ حدیث قدسی: اِنَّ جَلِيْسِيْ مَعَ مَنْ ذَكَرَنِيْ۔ جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم جلیس ہوں۔ علماء اور فقہاء کو فخر ہے کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو فقر پر فخر ہے۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ وَالْفَقْرُ مِنِّيْ۔ (حدیث) فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ اسی (نورِ فقر) پر انبیاء فخر کرتے ہیں۔ علماء کی دلیل شرع سے ہے اور فقر کا دم قدم توحیدِ ربِّ جلیل ہے۔ علماء اگرچہ صاحبِ علوم ہیں لیکن راہِ معرفت سے محروم ہیں۔ جو کوئی فقر کی راہ اختیار کرتا ہے اس کا نفس کُشتہ ہو جاتا ہے اور (نفس کشتہ ہونے) سے مطلب مقصود حاصل ہو کر (طالب) ربِّ معبود تک پہنچ جاتا ہے۔ حدیث: اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ۔ موت ایک پُل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملا دیتا ہے جس نے (نفس) کو قتل کر لیا وہ مرد ہے۔ جس نے جانا اسی نے جانا۔ جو شخص طالب اللہ ہے خدا نہ کرے کہ وہ کبھی غیر شرع قدم رکھے اگرچہ اس کی ظاہری حالت خراب ہو موسیٰؑ اور خضرؑ (کی ملاقات) مدِ نظر ہے جو عین ثواب ہے۔

اگر جہالت سے کوئی شخص خدا رسیدہ ہوتا تو ابوجہل کعبہ (مکرمہ) میں کافر نہ ہوتا۔ حدیث: مَنْ تَزَهَّدَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَهُوَ جُنَّ فِيْ اٰخِرِ عُمْرِهٖ اَوْ مَاتَ كَافِرًا۔ جس نے بغیر علم کے زہد اختیار کیا، آخری عمر میں اُسے جنون ہو جاتا ہے یا وہ کافر ہو کر مرتا ہے۔ بس فقر کی راہ صحبت میں ہے۔ چنانچہ اصحابِ کہف کا کُتا نیکوں کی محبت کے باعث (آدم کے مرتبہ کو پہنچ گیا)۔ بیت ؎

سگِ اصحابِ کہف جب نیکوں پر فدا ہوا ۔۔۔ اُن کی صحبت سے کتے سے انسان ہوا

قولہ تعالیٰ: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ط۔۔۔

الا لیعبدون. ہم نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا سوائے اس کے کہ ہماری عبادت کریں۔ یعنی عرفان (الٰہی) حاصل کریں۔ پس عبادت کرنے والے علما ہیں اور عارف منتہی فقرا ہیں۔ بیت ؎

باھُو اَللّٰہُ ہمارے ساتھ ہے کہتے ہیں دُور ہے
باعینِ نُور دیکھو تو صاحب حضُور ہے

اگر کوئی شخص ظاہر میں صاحب علمِ علُوم ہے! لیکن (باطنی) ذکر و فکر استغراقِ معرفت سے بے خبر محرُوم ہے۔ اُسے فضیلت تو حاصل ہو گئی مگر وسیلہ کے بغیر فضیلت کسی کام نہیں آتی۔ فضیلت سے قضا حاصل ہوتی ہے (اور قاضی القضاۃ بن جاتا ہے) اور وسیلت سے فقر فاقہ رضا نصیب ہوتی ہے۔ امام المسلمین حضرت امام اعظمؒ نے قضا کو قبول نہیں کیا اور اپنی جان کو اَللّٰہ کی رضا میں صرف کر دیا۔ جو فقیر ظاہر عبادت نہیں کرتا، علماء کے نزدیک یہ گناہ ہے اور عالم جو ظاہر عبادت تو کرتا ہے لیکن (باطنی عبادت نہیں کرتا) وہ فقرا کے نزدیک) باطن میں گناہ گار ہے۔ کیونکہ علماء کا مرتبہ موسیٰ کلیمُ اللّٰہ جیسا ہے اور فقرا خضر علیہ السلام جیسا باطنی مرتبہ رکھتے ہیں۔ یہ قصہ سُورہ کہف میں بیان ہوا ہے کہ (حضرت خضرؑ نے) کشتی کو توڑ دیا۔ بچے کو مار ڈالا اور شکستہ دیوار کی تعمیر کر دی رجب تو یہ دیکھے کہ کوئی فقیر علم۔ ذکر فکر۔ ریاضت اور زہد و تقویٰ میں بہت محنت کرتا (رنج کھینچتا ہے) لیکن وہ ابھی غرق توحید حضوُر فنا فی اللّٰہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچا تو جان لے کہ وہ ابھی گمراہی کے جنگل میں (سرگرداں) اور حجاب میں ہے۔ کیونکہ وسیلت فضیلت سے بڑھ کر ہے۔

گناہ کے وقت نفس کو اگر علم۔ فضیلت۔ نص و حدیث۔ خوفِ دوزخ۔ لذتِ بہشت۔ مسائل فقہ (سنایا جائے) خوفِ خدا (دلایا جائے) اور حضرت مُحَمَّد مُصطفٰے (صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو شفیع بھی لایا جائے۔ عذاب (قبر)، روز جزا، پل صراط (کی سختیوں سے ڈرایا جائے) تو بھی نفس ہرگز گناہ کرنے سے باز نہیں آتا۔ لیکن

گُناہ کے وقت اگر شیخ کا وسیلہ (تصورِ شیخ) پکڑیں یا شیخ کے نام کو وسیلہ پکڑیں یا شیخ کے نام کی فریاد کریں یا اُس کی صُورت کے برزخ کا (تصور کریں یا برزخ اِسم اَللّٰہ ذات یا برزخ اِسم مُحَمَّد سرورِ کائنات (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) کا تصور کریں تو نفس گُناہ سے رُک جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے قہر سے ڈر جاتا ہے۔ بس مُرشد کا وسیلہ فضیلت سے بڑھ کر ہے جیسا کہ حضرت یُوسف علیہ السلام کو زلیخا کے ساتھ گناہ سے فضیلت نے نہیں بلکہ (یعقوب علیہ السلام کے) وسیلہ نے بچا لیا اور ربِ کریم نے رحم فرما دیا) اور قدرتِ الٰہی سے یُوسف علیہ السلام اور زلیخا کو ہر دو وسیلہ نے گناہ سے جدا اور منع کر دیا۔ پس فقیرِ کامل کی ایک نظر ہر قسم کی عبادات۔ ہر قسم کی علمی فضیلت ہر قسم کے مسائلِ فقہ سے بڑھ کر ہے۔ اِس لیے کہ علمِ ظاہر جلد و پوست (کی مانند) ہے اور علم توحید معرفت۔ فقیر کے سینہ میں سِرِ اسرارِ الٰہی (دوست) ہوتا ہے علماء۔ صاحب علمِ علُوم۔ مُردہ دلوں سے علم حاصل کرتے ہیں جبکہ فقرا (علم) اَللّٰہ حَیّ و قیوّم سے حاصل کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا۔ ہم نے اُسے علم لدنی عطا کیا۔ علماء اور اہل علم کو روزی۔ معاش۔ سونے چاندی۔ دُنیا مُردار کی طلب ہوتی ہے لیکن فقیر کو اپنے مولیٰ کے دیدار کی طلب ہوتی ہے۔ اہل علم پر دوزخ کی آگ حرام ہے جبکہ فقیر پر جنت اور دوزخ دونوں حرام ہیں۔ قولہ تعالیٰ: يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ۔ لقائے رب کی طلب کر و جس کے سامنے دُنیا اور دُنیا دار ہیں ایسا طالب درویش نہیں بلکہ وہ دونوں جہانوں میں لعنتی ہے۔ الحدیث: اَلْاِيْمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔ (ایمان خوف اور اُمید کی درمیانی کیفیت کا نام ہے)۔ الحدیث: اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنٌ وَّمَا فِيْهِ مَلْعُوْنٌ اِلَّا ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى: دُنیا لعنتی ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے ذکر اللّٰہ تعالیٰ کے۔ الحدیث: طَالِبُ الدُّنْيَا مُخَنَّثٌ۔ طَالِبُ الْعُقْبٰى مُؤَنَّثٌ وَطَالِبُ الْمَوْلٰى مُذَكَّرٌ۔ طالب دُنیا ہیجڑا ہے۔ طالب عقبیٰ عورت ہے۔ طالب مولیٰ ہی مرد ہے۔ قولہ تعالیٰ: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى۔ (دیدار کے وقت

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی نہ تو آنکھ بھٹکی نہ (نظر) بہکی۔ طالب مولیٰ مذکر ــ غرق
اور فقیر فنا فی اللہ ہے ــ قاضی باخدا راضی دو گواہ طلب کرتا ہے۔
ایک گواہ استغراقِ توحید حضور ہے۔
دوسرا گواہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا باطن معمور ہے۔

جان لو! کہ فنا فی اللہ فقیر کا مقام چودہ طبقات میں نہیں۔ غرق اور مقام توحید میں ہے۔ توحید کہاں ہے؛ وہاں جہاں خدا ہے۔ خدا کہاں ہے؛ (خدا ہمارے) ساتھ ہے۔ ہم کہاں ہیں؛ ہم باخدا ہیں۔ چودہ طبقات کے مقامات پیاز کے پردہ کی مانند صرف چھلکے تک محدود ہیں اور فقیر کا مقام توحید (دوست کا ہمراز ہونا) ہے مقامات والے اہلِ پردہ ہیں جو کل (جنت کے) امیدوار ہیں اور فقیر صاحب عشق نور ہے جو استغراقِ وحدت میں شب و روز مسرور رہتا ہے۔ پس اہلِ مقام کی آنکھ تاریکی میں خدا سے دور ہے جبکہ فقراء کی آنکھ روشنی (عطا کرنے والی خدا سے یکتا ہوتی ہے۔ نہ خدا نہ خدا سے جدا۔

اَللّٰہ تعالیٰ کسی صورت کی مثل نہیں ہے۔ وہ قادر، حیٌّ و قیّوم ہے جب تک تو حق کے ساتھ زندہ نہ ہوگا۔ حق تک نہ پہنچے گا۔ الحدیث: تَفَکَّرُوْا فِیْ اٰیَاتِہٖ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ۔ (اَللّٰہ) کی صفات میں فکر کیا کرو اس کی ذات میں فکر نہ کرو۔

پس اَللّٰہ تعالیٰ بے چوں و بے چگوں۔ بے شبہ و بے نمون پاک ذات ہے۔ اَللّٰہ تعالیٰ چھ سمتوں میں نہیں بلکہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر، سمیع و بصیر ہے۔ وہ علیم حلیم۔ ربّ قدیم ہے۔ فقراء کا نہ حساب ہے نہ ان پر (کسی قسم کا) عذاب۔ نہ موت۔ نہ قبر۔ نہ منکر نکیر نہ عرصات نہ اعمالنامہ۔ نہ پُل صراط۔ نہ دوزخ۔ نہ ثواب۔ نہ بہشت۔ الحدیث: حَلَالُھَا حِسَابٌ حَرَامُھَا عِقَابٌ۔ (دنیا داروں کے) حلال مال کا حساب لیا جائے گا اور ان کے حرام (سے حاصل کیے ہوئے مال پر) عذاب ہوگا۔ پس فقیر کو نہ حلال مال کی طلب ہے نہ حرام مال کی (ضرورت)۔ بلکہ وہ طلب مولیٰ تمام میں رہتا

ہے۔ قولہ تعالیٰ: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا۔ جس نے عملِ صالح اختیار کیا (اس کا فائدہ) اس کے نفس کو ہی پہنچا اور جس نے برائی اختیار کی (اس کا عذاب) بھی اس کے (نفس) پر ہے۔ الحدیث: اَلْمُفْلِسُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ مفلس اللہ کی امان میں ہوتا ہے (مفلس) فقیر کو ہی کہتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: فَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ جو (فقر) میں داخل ہو گیا وہ امن میں آگیا۔ الحدیث: اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ جب فقر اختتام کو پہنچتا ہے تو (فقر کے وجود میں) اَللّٰہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔

جان لو! کہ روزِ قیامت جب بہشت دیدار کا حکم ہوگا تو ایک نظر تجلی دیکھنے سے ہزاراں ہزار سال (بے ہوش) پڑے رہیں گے اور ان میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ دیدار کے لیے دوبارہ سر اٹھائیں مگر عشق و محبت (الٰہی) کے جلے ہوئے اٹھارہ ہزار عالم کے درویش۔ فقیر۔ طالبِ دیدار لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (مشرفِ دیدار) ہوں گے۔ عوام الناس۔ مومن مسلم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہشت میں (داخل ہو کر) باجمعیت ہوں گے۔ اہلِ دیدار (ہمیشہ) دیدار میں رہیں اور بہشت (کی لذات) ان کے لیے مردار (کی مانند) ہوں گی کیونکہ (دنیا و آخرت میں) دیدار سے بڑھ کر اور کوئی لذت نہیں۔ الحدیث: اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ۔ کہ ایمان خوف امید کے درمیان ہے۔ یعنی اَللّٰہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر سے (کوئی) امید نہ رکھے اور اَللّٰہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر سے (کوئی) خوف نہ کھائے۔ الحدیث: لَا تَتَحَرَّکُ ذَرَّۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ کوئی ذرہ بھی اللہ کے حکم کے سوا حرکت نہیں کرتا۔ (ایسی حالت میں اَللّٰہ کے سوا کسی سے امیدیں وابستہ کرنا اور غیر اللہ سے خوف کھانا کسی طرح بھی مناسب نہیں) ۔م

بیت

گرچہ باھُوؒ کو نہیں ہے علم ظاہر ٭ علم باطنی سے جان ہو گئی طاہر

قولہ تعالیٰ: وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ ہم نے اسے علم لدنی عطا کیا۔

الحدیث: اِذَا رَأَیْتَ رَجُلًا یَطِیْرُ فِی الْهَوَآءِ وَیَاْکُلُ النَّارَ وَیَمْشِیْ عَلَی الْمَآءِ فِیْهِ تَرْکُ السُّنَّةِ فَاضْرِبْهُ بِالنَّعْلَیْنِ۔ اگر تو کسی شخص کو ہوا میں اُڑتا ہُوا دیکھے یا آگ کھاتا ہُوا دیکھے یا پانی پر چلتا ہُوا پائے لیکن وہ تارکِ سُنّت ہو تو اُسے جُوتوں سے مار (کیونکہ یہ سب شیطانی استدراج ہے)۔

جان لو! کہ قلب کیا ہے؟ اور ذکرِ قلب کیا ہے؟ قلب کا کیا نشان ہے؟ جس کسی کا قلب ذکر سے آئینہ بن جائے۔ باطن صفا ہو جائے جیسا کہ (مُلک) حلب کا آئینہ چہرہ دکھا دیتا ہے (آئینہِ قلبی میں نورِ ربُوبیت متجلّی ہو جاتا ہے)۔

الحدیث: اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الرَّحْمٰنِ۔ مومن (کا قلب) رحمٰن کا آئینہ ہے۔ قال عُمَر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: رَاٰی قَلْبِیْ رَبِّیْ۔ میں نے اپنے قلب میں (نورِ) ربُوبیت دیکھا۔ (بعض لوگ) دم کو بند کر کے دل کو جنبش دیتے ہیں اور اسے ذکرِ قلبی کہتے ہیں) حالانکہ یہ ذکرِ قلبی نہیں (یہ قلب کی بجائے کلب یعنی کتا ہے۔ وہ دُنیا کے طلب گار ہیں)۔

الحدیث: اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ وَطَالِبُهَا کِلَابٌ۔ دُنیا مُردار ہے اور اس کے طلب گار کتے۔ طالب (صادق) کو کوئی طلب مولیٰ کے سوا باقی نہیں رہتی۔

الحدیث: لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ حضوریِ قلب کے بغیر نماز ہی (مقبول) نہیں ہوتی۔ ایسے دل میں خطرہ وسوسہ نہیں ہوتا۔ اس کے دل سے خنّاس خرطُوم نکل جاتے ہیں۔ اُس کا قلب زندہ اور نفس مُردہ ہو جاتا ہے۔ ذاکرِ قلب خدا سے یگانہ اور ماسوی اللہ (غیر) سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ وَحَیُّ الْقَلْبِ (فقیر) کی کوئی رات صحبت انبیاء (و اولیاء) و فقراء و اصحاب اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نہیں گزرتی۔

الحدیث: اَلسُّکُوْتُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوْبِ اَوْلِیَآئِهٖ۔ اولیاء اللہ کے قلوب پر سکوت حرام ہوتا ہے کیونکہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کو مُکرّم فرمایا ہے۔ جس طرح دریا کا پانی (ہر وقت بہتا رہتا ہے) اور اس کو کسی وقت

قرار نہیں ہوتا۔ اسی طرح دل کا دریا بھی ابتدائے ازل سے انتہائے ابد تک ذکر اللہ سے رُواں دَواں ہے اور کبھی نہیں ٹھہرتا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا شغل اس طرح دل میں پیدا ہوتا ہے کہ ہر قسم کی لذاتِ نفسانی معصیتِ شیطانی اور طلبِ دُنیا فانی بھول جاتی ہے۔

الحدیث: لَذَّتُ اَفْکَارٍ خَیْرٌ مِّنْ لَذَّتِ الْاَبْکَارِ۔ افکار کی لذت ابکار کی لذت سے بہتر ہے۔ اہلِ قلب ہمیشہ حضور ہوتا ہے۔ اہلِ قلب کا مرتبہ محمّدی (سلوک) سے ہے۔ اہلِ قلب فقراء اولیاء لا یحتاج کو کہتے ہیں۔

الحدیث: اَلْفَقْرُ لَا یُحْتَاجُ اِلَّا اِلَی اللهِ۔ فقر اللہ کے سوا کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ ہر شے اس کی محتاج ہوتی ہے۔

پس اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اہلِ قلب کہتا ہے لیکن مد معاش سیم و زر پیسے کا طلب گار بادشاہوں سے ہوتا ہے تو وہ جھوٹا اور اہلِ سلب ہے۔ ایسا طالب حقیقت میں (دُنیا مُردار کا طلب گار) کُتا ہے۔ صاحبِ قلب کے اُوپر اللہ تعالیٰ کی قبا ہوتی ہے۔ الحدیث:

اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ۔ بے شک (اپنے ولی اللہ) میری قبا کے نیچے ہیں جن کو میرے سوا کوئی غیر نہیں جانتا۔

پس قبا (اللہ) (فقیر کے) قلب کو چادر کی طرح ڈھانپ لیتی ہے) اور اس کا قالب بھی قلب ہو جاتا ہے۔ ہمہ اوست در مغز و پوست۔ (یعنی فقیر کے مغز و پوست میں اللہ ہی اللہ ہو جاتا ہے۔ فقیر کے (وجود) میں اسم اللہ کا نور متجلّی، ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے۔ ہڈیوں پر اسم اللہ کا (نور متجلّی) اور ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے۔ اگر ایسے ذاکرِ قلب کے خون کا قطرہ زمین پر گرے تو درست طور پر اسم اللہ لکھا جاتا ہے۔ اس کے ہر رگ میں اسم اللہ اور ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں اسم اللہ اور ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے۔ اس کی کھال میں اسم اللہ اور ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے۔ زبان پر اسم اللہ اور ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے

اُس کے کانوں میں اسم اَللّٰہ اور ذکر اَللّٰہ جاری ہوجاتا ہے۔ پس ذاکرِ قلبی کا تمام بدن اسم اللّٰہ ہوجاتا ہے اور اسم اَللّٰہ میں خنّاس خرطوم کے لیے کوئی جگہ نہیں خطرہ۔ وسوسہ۔ شیطان اور شیاطین اس میں نہیں رہتے۔ مقام (وجود) پاک ہوجاتا ہے اور فقیر کا وجود قدرتِ الٰہی (کا نمونہ) بن جاتا ہے۔ فقیر جو کچھ بھی کہتا ہے گویا کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت سے کہتا ہے۔ فقیر جو کچھ سُنتا ہے اسم اللّٰہ سے سُنتا ہے گویا کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت سے سُنتا ہے۔ اور فقیر جو کچھ اسم اَللّٰہ سے دیکھتا ہے گویا کہ (خدا تعالیٰ) اپنی قدرت سے خود ہی دیکھتا ہے۔ قولہٖ تعالیٰ:

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ، تم جس طرف بھی (ایسی حالت میں دیکھتے ہو) اسی طرف اللّٰہ کا چہرہ ہوجاتا ہے۔ پس ہمہ اوست درمغز و پوست کے یہی معنی ہیں۔

اے دوست! شریعت میں محکم ہوجا کہ اس راہ میں نعوذ باللّٰہ استدراج نہیں ہے۔ دُنیا کو دوست رکھنے والا (خود ساختہ) فقیر خدا تعالیٰ کا دُشمن ہے اس پر کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ بادشاہوں اور اُمراء سے دُنیا کی خاطر، آشنائی رکھنے والا شخص بھی دشمنِ خُدا ہوتا ہے۔ فقیر عشق و محبتِ الٰہی میں مسرور رہتا ہے۔

ذاکرِ قلب سُلطانی جان باجان ہوتا ہے۔ ذاکرِ قلب اُس کو کہتے ہیں جس کا قلب مرنے کے بعد بھی ذکر اللّٰہ سے جاری اور رواں رہتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے قبر خلوت (خانہ) ہے جس میں وہ باخدا مشغول رہتا ہے۔

الحدیث: اَنَا جَلِیْسُ مَعَ مَنْ ذَکَرَنِیْ ۔ میں اُس کا ہم جلیس ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔

الحدیث: اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَایَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنَ الدَّارِ اِلَی الدَّارِ ۔ بے شک اولیاء اللّٰہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک جگہ سے دُوسری جگہ منتقل ہوجاتے ہیں۔

ذکرِ رُوح طوفانِ حضرت نوح علیہ السلام کی مانند ہے۔ (رُوحی ذکر) تعطّشِ شوق و اشتیاق کا گہرا دریا ہے۔

ذکرِ سِرّی صاحبِ اسرار ہوتا ہے۔ بجز ذاتِ اللّٰہ۔ غیر اور ماسوی اللّٰہ سے بیزار ہوتا ہے۔ اَللّٰہ بس ماسوی اللّٰہ ہوس۔

فقیر باھُو رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں۔ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰہُ (کا مقام) اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب اٹھارہ ہزار عالم کا تماشہ اُسے نظر آئے اور تیس ہزار اَسرار کا مخزن اُس کا سینہ ہو۔ وہ مستی میں ہوشیار اور خواب میں بیدار ہو۔ اگر آسمان آسیا (چکی) کی مانند اُس کے سر پر آ پڑے (اور اُسے پیس ڈالے) تب بھی وہ رضائے حق سے منہ نہ پھیرے۔

جان لو! کہ فقیر کی راہ وِرد وظائف تسبیح (خوانی) میں نہیں ہے مسائل صحیح پڑھنے میں نہیں ہے۔ شریعت سے پیوستہ ہو کر مستِ اَلَسْت ہوجا۔ جیسا کہ اُونٹ کانٹے کھاتا ہے اور وزنی بوجھ اُٹھاتا ہے۔

جو مُرشد خود دُنیا مُردار کا طالب ہے، خود (ڈھور ڈانگر) گائے کی مثل ہے وہ اپنے طالب کی خبر کیسے رکھ سکتا ہے۔ مُرشد ایسا ہونا چاہیئے جیسے کہ اِس فقیر کو حضرت پیغمبر صاحب صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے دستِ بیعت فرمایا۔ ارشاد ہُوا خُذْ بِیَدِیْ "میرا ہاتھ پکڑ لو"۔ (جب میں آپ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے تو) میری ظاہری اور باطنی آنکھیں یکتا ہوگئیں۔ راہِ توحید اللّٰہ اور اسم اللّٰہ سے حضوری (ملاقات) نصیب ہوگئی۔ کشف و کرامات سے بیزار ہوگیا۔ فقیر کے لیے یہی کرامت کافی ہے کہ حضرت پیغمبر صاحب صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی ملاقات نصیب ہے (اب) ازل سے ابد تک باخبر، بیدار اور ہوشیار ہوں۔

الحدیث: یَنَامُ عَیْنِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ ۔ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ پس مُردہ دل اہلِ ناسوت کی خواب غفلت ہوتی ہے جبکہ زندہ قلب کا خواب، خواب باصواب ہوتا ہے۔ زندہ قلب کا مقام علّیین اور مُردہ دل کا مقام سجّین ہوتا ہے۔ "اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ" (یعنی تحت الثریٰ)۔

آدمی کے وجود میں نفسانیت تین قسم کی ہے۔ چنانچہ جس کا نفس کافر ہوتا ہے،

اُس کی عادات اہلِ کُفّار اہلِ زُنّار کی مانند ہوتی ہیں۔ اور اُس کا اخلاص بھی کافروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ راہزن نفسِ امّارہ ہے۔ جس کسی کا نفس منافقوں جیسی خُو رکھتا ہے اور اُس کا اخلاص بھی منافقوں کے ساتھ ہوتا ہے اُس کو نفسِ لوّامہ کہتے ہیں۔ جس کسی کا نفس دُنیاداروں جیسا ہوتا ہے اور وہ ظالموں کا ساتھی بھی ہو تو ایسے نفس کو ملہمہ کہتے ہیں۔ جس کسی کے نفس کی دوستی علم شریعت سے ہو۔ اور وہ عالم، عاملِ کامل۔ فقراء سے اُس کا (تعلق) ہو وہ ترس کھانے والا، خدا پرست ذکر اللہ (میں شاغل) استغراق (فی اللہ) میں مست۔ (ربِ کریم کی) عبودیت ربوبیت تام سے (واقف) ہو ایسا نفس مُطمئنّہ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ انبیاء اولیاء (اللہ) کا نفس ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ۔ اے نفسِ مطمئنہ! راضی (برضا) اپنے رب کی طرف رجوع کر میرے بندوں میں داخل ہو اور جنت میں داخل ہو جا!

علماء صاحبِ ظن ہیں۔ الحدیث: ظَنُّ الْمُؤْمِنِ خَيْرًا۔ مومن کا گمان بھی خیر ہوتا ہے (اس میں بدظنی شامل نہیں ہوتی)۔ اور فقیر صاحبِ وطن ہیں (وہ دُنیا میں اپنے وطن ازل کے مُسافر ہیں)۔ الحدیث: حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِيْمَانِ وطن کی محبت ایمان (کا حصہ) ہے۔ چنانچہ وطن (سے مُراد) ازل ہے۔ علماء کو منزل، مقام اور بہشت کی اُمید ہے اور فقراء کے لیے منزل (مقام) حرام ہے اور دیدارِ (مولیٰ) سے اُنہیں جو جنتی فرحت حاصل ہوتی ہے۔ الحدیث: مَنْ لَّهُ الْمَوْلٰى فَلَهُ الْكُلُّ۔ جس کا مولیٰ (اللہ) ہے، اُسی کے لیے (جزو) اور کُل ہے۔ عُلماء شغلِ قُل (خوانی) میں (مشغول) رہتے ہیں جبکہ فقراء شغلِ کُل (یعنی اسم اَللّٰہ کے حصول میں مصروف ہوتے ہیں)۔ علماء اہلِ کتاب ہیں اور فقراء اہلِ قُطبُ الاقطاب ہیں۔ عُلماء کو تحصیل (علم) کتابوں کے ابواب سے (حاصل ہوتی ہے) جو فضل ہے۔ فقراء کو تحصیل توحید وصل سے ہوتی ہے۔

عُلماء سطر، حروف اور ورق کے مُطالعہ میں ہوتے ہیں۔ فقراء وحدانیت، عشق، فنا فی اللہ میں غرق ہوتے ہیں۔ الحدیث: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا يَنْظُرُ اِلٰى اَعْمَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَاِلٰى نِيَّاتِكُمْ بے شک اَللّٰہ تعالیٰ تمہاری صُورتوں کو (کہ عالمانہ شکل کی ہیں یا صوفیانہ) نہیں دیکھتے۔ بلکہ وہ تمہارے قلوب اور نیتوں کو دیکھتے ہیں کہ (زندہ قلب اچھی نیت والا ہے یا نہیں)۔ فقیر صاحبِ قلوب ہوتا ہے جس کا مرتبہ محبوبِ الٰہی ہوتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِىِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔ پ ۱۵ ع

(یارسُولَ اللہ) — (اے مخاطب!) تو اپنے نفس کو اُن لوگوں جیسا (پابند) صابر بنا لے جو صُبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ جو اُس کے چہرہ (دیدار) کے طلبگار ہیں۔ جو آنکھ جھپکنے کے لیے بھی دُنیاوی زندگی کی زینت کی طرف نہیں دیکھتے۔ اور اُن کا ساتھی نہ بننا جن کے قلب کو غفلت نے ہمارے ذکر سے روک رکھا ہے۔ اور اُن لوگوں کی پیروی بھی نہ کرنا جن کی (بداعمالیاں) حد سے گذر گئی ہیں اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں (اس لیے اب اُن کے واپس لوٹنے کی کوئی اُمید نہیں)۔

پس جو کوئی فقراء کا دُشمن ہے وہ خُدا کا دُشمن ہے اور دُنیا کو دوست رکھنے والا ریاء کار ہے۔ الحدیث: اَلرِّيَآءُ اَشَدُّ مِنَ الْكُفْرِ وَالْكُفْرُ مِنَ النَّارِ۔ ریاکاری کُفر سے بڑھ کر شدید ہے اور کفر آگ میں ڈالا جائے گا۔

قہرِ خُدا اور فقراء کے غضب سے بچ جا ورنہ قارُون کی مانند تحت الثریٰ میں (مُبتلائے عذاب) ہو جائے گا۔ فقراء کا دُشمن تین باتوں سے خالی ہوگا۔

یا تو وہ اسم اَللّٰہ اور اسم محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ جہر کو

پسند نہ کرتا ہوگا کیونکہ اُسے حضرت مُحَمَّدْ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے تکلیف ہوتی ہے لیکن شیطان دُنیا معاش کے ذکر سے خوشی محسوس ہوتی ہے پس وہ مُنافق ہے۔ یا وہ کافر ہوگا جو راہِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے برگشتہ ہوگا۔ نعوذ باللہ منھا۔ ایسی حالت سے اَللّٰہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔

الحدیث: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْن۔ یا اللہ مجھے مسکینوں کی زندگی عطا کر، مجھے مسکینی پر موت دے اور میرا حشر بھی مساکین کی جماعت کے ساتھ کرنا؛ مِسْکِیْن (نادار بے کس کو نہیں) فقیر کو کہتے ہیں۔ باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام جنوں، ملائکہ اور انسانوں کے اعمال سے بہتر (عمل) ترکِ دُنیا ہے۔ الحدیث: اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃ۔ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے، سے مُراد یہ ہے کہ جو کوئی پیسے نذر وغیرہ (فقیر کو) رات کے وقت ملیں صُبح تک اپنے پاس نہ رکھے (بلکہ راہِ خُدا میں صَرف کر دے) اور جو کچھ صُبح کو مُیسّر آئے سب کچھ راہِ خُدا میں خرچ کر دے۔ فقیر باھُوؒ کہتا ہے کہ دُنیا ابُوجہل اور یزید (کا نام ہے) حضرت رابعہؒ اور بایزیدؒ کو (دُنیا نہیں کہتے)، پس حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ ابُوجہل نے نہیں دُنیا نے کی۔ اگر ابُوجہل کے پاس دُنیا نہ ہوتی تو وہ حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع اختیار کر لیتا۔ اِماموں سے یزید نے جنگ نہیں کی بلکہ وہ دُنیا تھی۔ اگر یزید دُنیا دار نہ ہوتا تو وہ امام حسنؓ و حسینؓ کی اِطاعت اختیار کر لیتا۔

الحدیث: اَلْمُفْلِسُ فِیْ اَمَانِ اللہِ۔ مُفلس اللہ کی پناہ میں ہوتا ہے (کہ وہ ظلم و جور و کبر سے بچا رہتا ہے)۔

الحدیث: اَلدُّنْیَا زُوْرٌ لَا یَحْصُلُ اِلَّا بِالزُّوْرِ۔ دُنیا دھوکا (کا نام) ہے جو دھوکا ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ جو کوئی طالبِ دُنیا (زُور) ہے وہ خُدا سے دُور ہے پس دُنیا کو مُنافق ہی دوست رکھتا ہے۔ کیونکہ دُنیا جھوٹ (کا نام) ہے۔ اور اِس کا طلب گار جھوٹا ہے۔

الحدیث: اَلْکَذَّابُ لَیْسَ مِنْ اُمَّتِیْ۔ کذاب میرا اُمتی نہیں ہے؛
الحدیث: سَاعَۃٌ فَاجْعَلْھَا طَاعَۃً۔ (دُنیا) ایک ساعت ہے، اِس میں اِطاعت کر لو؛
الحدیث: اَلدُّنْیَا یَوْمٌ وَّ لَنَا فِیْھَا صَوْمٌ۔ دُنیا ایک دن ہے اور ہم اِس میں روزہ دار ہیں۔ (ہمارا اِس میں روزہ ہے)؛

اگر کوئی عالم فرشتہ سیرت بھی ہو لیکن وہ دُنیا کو دوست رکھتا ہو، اُس سے گریز اختیار کر کیونکہ دُنیا داروں کے ملنے سے دین کا مُطلق فائدہ نہیں ہوتا۔

بیت

گرچہ فرشتے کو حاصل ہے قربِ درگاہ　　مگر حاصل نہیں مقامِ لِیْ مَعَ اللہ

مُرشد وہ ہے جو حضُوری ہے۔ وہ بہشت و حُور کا طلب گار نہیں ہوتا کیونکہ وہ (طالب اللہ نہیں بلکہ مزدُور ہے جو ذِکرِ اللہ کے عوض) جنت چاہتا ہے۔

جان لو! کہ مُرشد کامل مکمّل اُس کو کہتے ہیں کہ (طالب) کو ریاضت میں ڈالے تو چالیس چلّہ، بیس چلّہ، دس چلّہ، پانچ چلّہ، دو چلّہ، یا ایک چلّہ، یا بیس روز، دس روز، پانچ روز، یا ایک روز میں (منزلِ مقام عطا کر دے) اور اگر عطا و بخشش کرے تو

طُرْفَۃُ الْعَیْن

میں کُل مقامات و منازل طے کروا دے۔ ابتدا سے انتہا تک پہنچا کر تماشہ دکھا دے۔ اور مجلسِ خاص حضرت مُحَمَّدْ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ میں داخل کرا دے۔ چنانچہ باطن میں اُسے معراج نصیب ہو جائے (الہام اور دیدارِ الٰہی سے مُشرف ہو جائے اور اِستدراج سے بچ جائے)۔

ذِکْر وہ ہے جو ذاکر پر غالب ہو کر بے گمان (بلا ارادہ) جاری ہو جائے۔
فِکْر وہ ہے کہ جب وہ غالب ہو جائے تو (وجود سے تمام غل و غش نکل جائے اور فنائے نفس حاصل ہو جائے)۔
عِشْق و توحید وہ ہے کہ جب وہ (وجود) پر متوکل ہو جائے تو (وجود میں ماسوی اللہ کچھ باقی نہ رہے)۔

اِشتیاق وہ ہے کہ جب (طالب) پر غالب آجائے تو ذکر اللہ کے سوا نہ بیداری میں کچھ دیکھے نہ خواب میں؛

جان لو! علم ایک حرف ہے اور وہ حرف ہی تیرے لیے دونوں جہان میں کافی اور شرف (عطا کرنے والا) ہے۔ وہ حرف کون سا ہے، جان لو! اللہ کے نام کے سوا غیر کی طلب حرام ہے۔

الحدیث: اَلْعِلْمُ نُکْتَةٌ وَّکَثَّرَتْهَا الْجُهَّالُ. علم ایک نکتہ ہے اور اُس کی کثرت جاہلوں (کو سمجھانے) کے لیے ہے۔ علم کے ساتھ عمل ہونا چاہیئے ورنہ علم وبال بن جائے گا۔ علم کمال ہونا چاہیئے نہ کہ علم جہال۔ علم وصال ہونا چاہیئے نہ کہ علم خصال (محض نیکیاں)۔ بیت

علم صرف و نحو ہو یا کہ ہو علم اصول — جہل و غفلت ہے اگر ہو نہ اللہ کا حصول

جان لو! کہ فقیر کو علم حق سے (نصیب ہوتا) ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا. جس نے آدم علیہ السلام کو اسمائے کُل (کی کلیدات یعنی حروفِ تہجی) سکھائیے۔

الحدیث: مَا اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ. حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے ادب کی تعلیم دی۔

قولہ تعالیٰ: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ. جس نے بنی آدم کو مکرم کر دیا۔

مردم (آزار) لوگوں سے خبر دارہ۔

حدیث قدسی: آیات مرسول۔ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَخْرُوْنَ؛

اور آزار مردم سے پریشان نہ ہو۔

قولہ تعالیٰ: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔

اہل علم کی اُمید سبب پر ہے (یا اللہ کوئی اسباب پیدا کر دے)۔ فقیر کی اُمید مُسبب پر ہے۔ (یا اللہ میرے لیے تو ہی کافی ہے۔)

قولہ تعالیٰ: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ. جس نے اللہ پر توکل کیا اُس کے لیے وہی کافی ہے۔

الحدیث: اَلدُّنْيَا لَكُمْ وَ الْعُقْبٰى لَكُمْ وَ الْمَوْلٰى لِیْ. دنیا بھی تمہارے لیے ہے۔ عُقبیٰ بھی تمہارے لیے ہے اور مولیٰ میرے لیے ہے۔

عُلما کہتے ہیں کہ فقرا کیسے بے عقل بے خبر ہیں (جو لذاتِ دنیا اور نعماتِ عقبیٰ کو چھوڑ کر اللہ کی طرف بھاگتے ہیں)۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ (سب سے افضل نعمت تو دیدارِ اللہ ہی ہے)۔ فقرا کے دل میں اسم اللہ پیوست ہوتا ہے وہ صاحب درد ہوتے ہیں۔ (کہ اُن کے دل اللہ کی محبت کے درد سے پُر اور مخلوقِ خدا کی خیر خواہی کے درد سے بھرپور ہوتے ہیں۔) بیت

باھُوؒ علم۔ ذکر۔ فکر سب حجاب ہے — غرق فی اللہ کے سوا سب (عذاب) ہے

جب تک عاشق واصل اللہ کو علم۔ ذکر۔ فکر۔ کُل مقامات۔ کشف و کرامات بھول نہ جائے حق حاصل نہیں ہوتا۔

قال محی الدین قدس سرہ: مَنْ اَرَادَ الْعِبَادَةَ بَعْدَ الْحُصُوْلِ الْوُصُوْلِ فَقَدْ كَفَرَ وَ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى. غوث محی الدین نے فرمایا جس نے حصول وصول (دیدار الٰہی۔ سرّ وحدت سبحانی۔ یکتائی حاصل کرنے کے بعد ذکر۔ فکر۔ مراقبہ۔ مقامات کی طرف رجوع کیا) اُس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور شرک کا ارتکاب کیا (کیونکہ وہ وحدت سے کثرت میں داخل ہو گیا)۔

قولہ تعالیٰ: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ. اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین (علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔ مراۃ الیقین۔ مُخ الیقین) حاصل ہو جائے۔ بلکہ یکتائی) کے مقام پر حضوری بھی حجاب ہے اور قربت (بلا وصل) تمام عذاب ہے۔ حتیٰ کہ فنا فی اللہ توحید میں غرق نہ ہو جائے۔ اس مقام پر مجاہدہ مُشاہدہ ہو جاتا ہے اور (اس مقام پر) ان کا مُشاہدہ ہی مجاہدہ ہوتا ہے اور مراقبہ اُس کو کہتے ہیں جب ظاہر و باطن کی آنکھ ایک ہو جائے۔ اگر مراقبے کے

یہ احوال نہ ہوں تو وہ مراقبہ نہیں بلکہ بلّی کا چوہے کے شکار کے وقت آنکھیں بند کرنا ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ اُنہوں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی تدبیر کی۔ اللہ تعالیٰ کسی کے مکر کو (جس اللہ کے بندے کے خلاف مکر کیا جائے) اُس کے حق میں خیر میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

مراقبہ اُس کو کہتے ہیں جو طالب اللہ کو پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں پہنچا دے یا وحدانیت میں غرق کر دے۔ بیت

غمِ دُنیا غمِ عقبیٰ دل سے گزر گیا	وحدت کی راہ ہے سامنے (مشکل کُشا)
فنا فی اللہ ہو گیا ہوں لامکاں میں	کچھ دیکھتا نہیں ہوں اِس جہاں میں
سینہ عارفوں کا ہوتا ہے سِرِّ الٰہی	یہی ہے جان لے اب حق آگاہی

الحدیث: مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا فَهُوَ طَالِبُ الدُّنْيَا وَمَنْ طَلَبَ الْعُقْبٰى فَهُوَ طَالِبُ الْعُقْبٰى وَمَنْ طَلَبَ الْمَوْلٰى فَهُوَ طَالِبُ الْمَوْلٰى۔ جس نے دُنیا طلب کی وہ طالبِ دُنیا ہے۔ جس نے عقبیٰ طلب کی وہ طالبِ عقبیٰ ہے اور جس نے مولیٰ کی طلب کی وہ طالبِ مولیٰ ہے۔

الحدیث: اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ۔ وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ تھا۔

باھُوؒ فقر کیا ہے؟ فقر ایک حد سے زیادہ خوب رُو صورت ہے۔ جو صحیح نسخہ ہے وہ صورت فقر غیر ماسویٰ اللہ سے پاک ہے۔ اور دونوں جہان اُسے دیکھنے کے (خواہش مند) اور اُس کے مشتاق ہیں۔ جس نے اُس کو دیکھا اُسے حق حاصل ہو گیا۔ کیونکہ فقر کا بھید خدا کا بھید ہے۔ فقر کے کان کلام اللہ سُننے والے ہیں۔ (کلام اللہ کے سوا دیگر کچھ نہیں سُنتے)۔ فقر کی زبان پر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ۔ ہوتا ہے۔ فقر کے ہاتھ پہلو آٹھ (سمتوں) کو محیط ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنگِ بدر) میں اپنے دستِ مبارک سے (مٹھی بھر) ریت کُفار کی جانب پھینکی۔ وہ ریت (لوہے) کی مانند گرم ہو گئی اور اُس نے کُفار کو جلا ڈالا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ يَا مُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ہاتھ

آپ کا نہ تھا بلکہ میرا دستِ قدرت تھا۔ فقیر کی آنکھ عین الیقین ہوتی ہے۔ اُس کا دل دائم حضور (مثل) بیتُ المعمُور مدینۃُ القلب ہوتا ہے۔ سینہ فقیر (میں) مقام سدرۃ المنتہیٰ (جملہ) علوم اور علمِ لدنّی (موجود) ہے۔ اور فقیر کے پاؤں عرش کے پاؤ ہیں۔ فقیر كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا کا مُطالعہ کرتا ہے۔ عاشق فقیر (اپنے نفس کو) سُولی پر لٹکائے رکھتا ہے اور اس کو مار کر اُس پر سوار رہتا ہے۔ فقیر کی ابتدا روزِ ازل سے ہے اور اس کی نظر اَبد پر ہوتی ہے۔ وہ دُنیا کو فانی دیکھتا اور خُدا کو باقی جانتا ہے۔ وہ دونوں جہان سے اپنے ہاتھ اُٹھا لیتا ہے۔ فقیر کو حقیر مت خیال کر اگرچہ (وہ تیرے) ہر دروازے پر سوال کرتا ہوا پائے۔ وہ غنی تر لا یحتاج ہوتے ہیں۔ ایسا وہ نفس کو رُسوا کرنے کو کرتے ہیں۔ (اُن کے سوال کو گداگروں کی گدائی خیال نہ کر) بلکہ اُن کے سوال کو سوال ہی خیال نہ کر بلکہ یہ اُن کے (جذبہ) عشق و مستی اور محبت کا کمال ہے (جس نے انہیں سوال پر مجبور کر دیا ہے) وہ اہلِ وصال اور (اہلِ) ہجر کی (خاص کیفیت ہے کہ انہوں نے خدا کی خاطر اپنے نفسوں کو رسوائی کے لیے بندوں کا سائل بنا دیا ہے۔ اُن کا سوال اختیاری ہے اضطراری نہیں)۔ قولہ تعالیٰ: وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ سائل کو مت جھڑک — اِن ہی (فقراء) کے لیے نازل ہُوا ہے۔ اور قولہ تعالیٰ: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اور جو تیرے رب کی نعمتیں ہیں ان کا تحدث کر۔ عُلماء کے لیے نازل ہوا ہے (کہ فقراء اچھے سلوک سے اور عُلماء اچھی خدمت سے راضی ہوتے ہیں۔)

ظاہری علم قیل و قال سے در دی تمام ہے جبکہ فقیر کی قیل و قال بھی سراسر حال ہوتا ہے۔ اکثر عُلماء اسمِ اعظم کو جو قرآن میں ہے، نہیں پاتے۔ اس لیے کہ اُن کا وجُود جو مُطلق بے غم نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ اُسے جانتے اور پڑھتے بھی ہوں۔ تب بھی وہ اُن پر تاثیر نہیں کرتا۔ اسی طرح اسم اللہ ناپاک وجود میں تاثیر نہیں کرتا اگرچہ صاحبِ نظر کامل مکمل فقیر نظر بھی کرے تو کوئی تاثیر اور اُس کے حال میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اُس کے اندر حُبِّ دُنیا ہوتی ہے۔

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی دُنیادار کا مُنہ (حصولِ) دُنیا کے لیے دیکھتا ہے۔ تیسرا حصّہ دین (جو اُسے حاصل ہوتا ہے) اُس کے وجود سے نکل جاتا ہے۔ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (فقیر) اہلِ دُنیا سے دُنیا کی دُعا کرتا ہے تو گویا اُس نے روئے زمین کے تمام گناہ اپنے ذمّے لے لیے صرف مُحتاج فقیر ہی دُنیا داروں سے التجا کرتا ہے اور مُحتاج فقیر (کبھی) اَللّٰہ تعالیٰ کا آشنا نہیں ہوتا۔ پس اَللّٰہ تعالیٰ سے آشنا فقیر جو کچھ بھی طلب کرتا ہے اَللّٰہ ہی سے کرتا ہے۔ جو خُدا کا آشنا ہے وہ لا یحتاج فقیر ہوتا ہے۔

الفقر لا یحتاج الا الی اللّٰہ۔ فقر اللہ کے سوا کسی کا مُحتاج نہیں ہوتا اور ہر شے اُس کی مُحتاج ہوتی ہے۔ فقیر اہلِ دُنیا اور دُنیا کی طرف رجُوع نہیں کرتا۔ مگر وہ جو راندۂ درگاہ ہو اور شیطان اُس کا پیشوا ہو۔

روایت ہے کہ ایک روز پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پُوچھا۔ اے جبرئیلؑ! (کیا تمہاری نگاہ میں) کوئی مادر زاد فقیر بھی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا۔ یا حضرت! (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شخص ہے کہ جس روز شکمِ مادر سے پیدا ہوا ہے، ذکر اللہ (غرقِ سُکر) کے بغیر اُس نے کچھ کھایا پیا نہیں ہمیشہ سکوت میں لب بستہ خاموش ہے۔ پس پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جبرئیلؑ! اُسے ہمارے سامنے پیش کرو۔ جب اُس فقیر کو بحضورِ سرورِ کائنات۔ فخرِ موجودات۔ رحمتِ عالم صفوتِ آدم۔ تتمۂ دورِ زماں احمد مجتبیٰ مُحَمَّد مُصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) پیش کیا گیا۔ آپ نے اُس فقیر پر نگاہ ڈالی (تو وہ سُکر وجذب سے صحو وحال میں آگیا) آپ نے اُس درویش سے پُوچھا۔ کیا تو کوئی چیز کھائے گا؟ درویش نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مجھے کھانے پینے کی کوئی خبر نہیں۔ حضرت صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے گندم کے ایک مُٹھی بھر دانے لے کر خشک زمین پر ڈال دیئے جو اُسی وقت اُگ آئے۔ (سبز بوٹے بن گئے)۔ اُن پر خوشے لگ کر پک گئے۔ پس ان خوشوں سے غلہ حاصل کر کے اُسے چکی میں پیس کر آٹا بنایا گیا اور اُس سے روٹی پکا کر درویش کے

سامنے (کھانے کے لیے) رکھی گئی۔ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے درویش کو حکم دیا کہ تو اسی عمل سے (گندم بو کر آٹا حاصل کر کے کھانے کے لیے روٹی پکا لیا کر)۔ درویش نے دست بستہ عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر نظرِ رحمت فرمائیں کہ میں دوبارہ اپنے رفیق (اَللّٰہ) کے ساتھ مُستغرق ہو جاؤں نہ کہ حلال (کھانے) میں مصرُوف رہوں۔ حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس درویش پر نظرِ رحمت فرمائی۔ وہ فوراً مست اور وحدت میں گُم ہو گیا۔

رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب پانی میں آٹا گھول کر پی لیتے تھے تاکہ عشق اور ذکر اللہ سے کسی وقت فارغ نہ رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارا آخری دم یہی ہو اور ہم یاد۔ ذکر۔ محبت (وعشق خُدا تعالیٰ) سے خالی رہ جائیں۔ پس دَم با قدم اِسی کو کہتے ہیں۔

جان لو! کہ فقیر کی پہلی نشانی سینہ کی صفائی ہے۔ چنانچہ قولہٗ تعالیٰ: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ کیا ہم نے آپ کا شرحِ صدر نہیں کر دیا، (یعنی یقیناً کر دیا)۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ۔ اور آپ پر سے بوجھ بھی اُتار دیا۔

جان لو! کہ جب نفس بالکل مُردہ ہو جاتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ: وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ باقی صرف تیرے ربّ ذو الجلال والاکرام کا چہرہ رہے گا۔ چہرہ دکھاتا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (آج کے دن اَللّٰہ واحد القہار کی حکومت ہے۔ سامنے آتا ہے۔

شرط یہ ہے کہ اِس راہ میں انسان ہونا چاہیئے۔ بعض گدھے بھی انسانی صورت میں ہوتے ہیں۔ نفس مثل کافر ہے۔ اگر کسی کافر کا ہمنشیں ہو اور اُس کے پاس زُہد۔ تقوٰی اختیار کرے۔ نماز ادا کرے۔ روزہ رکھے۔ تلاوت قرآن مجید کرے۔ کافر ہرگز عاجز نہ ہو گا (اسی طرح نفس کافر جو تیرا ہمنشیں ہے اس پر تیری ظاہری عبادات کا کچھ اثر نہ ہو گا) جس طرح کافر کے نزدیک کلمۂ طیب (پڑھنے) یا ذکر جہر کرنے سے کافر عاجز

آ۔ اتا ہے اور اکثر اس کی ہم نشینی چھوڑ دیتا ہے۔ (اسی طرح نفس بھی عاجز آکر اُس کی نیمنی ترک کر دیتا ہے)۔ پس اہلِ علم کی (ظاہری عبادات کا عمل) نفس کے مخالف نہیں ہے۔ بلکہ اہلِ اخلاص کا (باطنی ذکر فکر استغراق فی اللہ) ہی نفس کے خلاف ہے۔

قولہ تعالیٰ: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو (حالانکہ اصل نیکی تو تزکیۂ نفس اور اپنی اِصلاح ہے) حالانکہ تم کتاب (قرآنِ مجید) بھی پڑھتے ہو۔ پھر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔

طالب اللہ کی راہ میں چند مقاماتِ حیرت بھی ہوتے ہیں:

۱۔ حیرتِ شرک۔ ۲۔ حیرتِ توحید۔ ۳۔ حیرتِ غیرت۔ ۴۔ حیرتِ اُنس۔

۵۔ حیرتِ عبرت۔ ۶۔ حیرتِ ہوا۔ ۷۔ حیرتِ فنا۔

جان لو! کہ حیرتِ شرک کثافت کے غلبہ اور حرام کھانے سے پیدا ہوتی ہے اس میں نفس کو ذکرِ تام سے کشتہ کرنا چاہیئے اور (طالب) پر لازم ہے کہ لاحول اور دُرود پاک بکثرت پڑھے۔

حیرتِ توحید: عشق و محبت کے غلبہ اور دیدارِ الٰہی کا مُشتاق ہونے سے وجود میں سوزشِ حضور پیدا ہو جاتی ہے۔

حیرتِ غیرت: یہ مقام انا سے ہے جس میں حسد (کبر) پیدا ہو جاتا ہے اُس وقت لازم ہے کہ توبہ و استغفار کرے۔

حیرتِ اُنس: یہ مقام محبوبیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اُس وقت مراقبہ بہت کرنا چاہیئے تاکہ وجود سے غفلت نکل جائے۔

حیرتِ عبرت: یہ مقام خناس خرطوم سے ہے۔ لازم ہے کہ اہلِ اللہ کی مجلس اختیار کرے۔ قبور کی زیارت کرے تاکہ موت سے عبرت حاصل ہو جس سے دل کی سیاہی دُور ہو جائے۔

حیرتِ ہوا: یہ مقام اہلِ دُنیا نفس پرور لوگوں کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے۔

اُس کے لیے لازم ہے کہ اہلِ دُنیا کی مجلس کو ترک کر دے۔ رُوکھی سُوکھی کھائے تاکہ اُس کا دل روشن ہو جائے۔

حیرتِ فنا: مقامِ فنا، قیامت کے فکر اور حضوری تفکرات و اندیشہ سے پیدا ہوتی ہے۔ الحدیث: تَفَكُّرُ فِي السَّاعَةِ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ ایک ساعت کا تفکر (فنائے نفس) عبادت ثقلین سے بڑھ کر ہے۔

جان لو! کہ فقیر پانچ قسم کے ہیں:

اوّل: **فقیرِ غریب:** قولہ تعالیٰ: وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ میری آیات کو تھوڑی قیمت (متاعِ قلیلِ دُنیا) کے عوض نہ بیچو۔ جیساکہ تابع مرید بادشاہ اورنگ زیب ہوا۔

دوم۔ فقیرِ اہلِ فساد: جیساکہ اہلِ بدعت (اہلِ) استدراج۔

سیوم، فقیرِ اہلِ اللہ: جو نفس کو اللہ تعالیٰ کی خاطر مارتا ہے۔

چہارم: فقیرِ ہر دو جہاں میں خراب: جیساکہ کافر جوگی ہوتے ہیں۔

بیت

نہ علم نہ دانش نہ حقیقت نہ یقین   کیسا کافر درویش کہ نہ دُنیا نہ دین

پنجم۔ فقیر صاحبِ استغراق؛ مُشتاق کے رُوبرو مُشتاق۔ قولہ تعالیٰ: فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ تم جس طرف بھی منہ کرتے ہو پس اُدھر ہی اللہ کا چہرہ ہو جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ بے شک میں نے اپنا چہرہ زمین و آسمان کے مالک اللہ کی طرف کر لیا۔ میں حنفی ہوں اور مشرکین میں سے نہیں (ہوں)

صاحبِ تصرف فقیر کی بھی پانچ اقسام ہیں:

اوّل؛ صاحبِ تصرف: علماء عامل اہلِ شریعت ہے۔

دوم؛ صاحبِ تصرف: اہلِ طریقت ہے جو ما سوی اللہ کو طلاق دے کر طاعت د

بندگی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیتا ہے۔

سیوم صاحب تصرف اہلِ حقیقت ہے۔ جو (اَللّٰہ اور بندوں) کے حقوق کا حق اپنی گردن سے ساقط کر دیتا ہے۔

چہارم صاحبِ تصرف اہلِ معرفت ہے جو اپنے نفس کو اُس کی مُراد (کے حصُول کے لیے) موت تک انتظار میں رکھتا ہے۔ الحدیث: اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ۔ انتظار موت سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔

پنجم صاحب تصرف صراطِ مُستقیم۔ قولہ تعالےٰ: صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ راستہ اُن لوگوں کا جن پر تُو نے انعام فرمائے۔ وہ والی ولایت اور ہادی ہدایت ہوتے ہیں۔ اُن کو تمام فقر حاصل ہوتا ہے۔ اُن کا مرتبہ (قولہ تعالےٰ) اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔ بے شک اللّٰہ ہر شے پر قادر ہے ہوتا ہے۔ (وہ قادری پیر قدرتِ قادر کے مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں۔) قولہ تعالےٰ: اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْن۔ بے شک اَولیا اللّٰہ کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے نہ کوئی حزن: حدیثِ قدسی: اِنَّ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ اِلَّا اَوْلِیَائِہٖ۔

فقیر کو پانچ نکتے ہر حرف سے حاصل کرنا چاہئیں۔ اوّل علم کے تین حرُوف۔ دوم عمل کے تین حرُوف۔ سیوم حلم کے تین حرُوف۔ چہارم شرح کے تین حرُوف۔ پنجم فقر کے تین حرُوف۔ اِن پندرہ حرُوف کو جمع کرنے سے ہی جمعیت حاصل ہوتی ہے۔ جس میں یہ صفات نہ ہوں اُس کو فقیر نہیں کہہ سکتے۔

فقیری میں پانچ چیزوں کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ اوّل ترکِ جہل۔ دوم ترکِ دُنیا۔ سیوم ترکِ اہلِ دُنیا۔ چہارم ترکِ نفس۔ پنجم ترکِ ریا، کفر۔ کہ ریا، کفر سے رجُوعات مُسخرات خلق اللّٰہ پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ مقام جمیع امُور کہلاتا ہے۔

فقیر پر پانچ مؤکل نگہبان ہونے چاہئیں۔ اوّل توکل علی اللّٰہ۔ دوم شریعت حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سیوم المفلس فی امانِ اللّٰہ۔

چہارم مُرشد عارف باللّٰہ۔ پنجم کلامُ اللّٰہ (اُس کی) حُجت ہو۔

باھُو علم کیا ہے؟ اچھائی چاہنے والا رفیق۔ اور مُرشد کیا ہے؟ راہ کا پیشوا ہے۔ ذکر اور معرفت کیا ہے؟ دونوں جہان کا توشہ ہمراہ ہے۔ فقر کیا ہے؟ لازوال بادشاہ ہے۔ باھُو فقیر کس کو کہتے ہیں؟ فقیر وہ ہے جو لوگوں کو غیر اللّٰہ سے (منجانب اللّٰہ) کھینچتا ہے۔ اور دریائے وحدت میں (اُس کے گناہ) دھو دیتا ہے جیسا کہ دھوبی پلید اور نجس کپڑوں کو دھو کر پاک کر دیتا ہے۔ فقیر بھی ایسا ہونا چاہیئے (جو وجُود کو اِسمِ اَللّٰہ کے نوُر میں دھو کر پاک کر دے۔) جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی (اللّٰہ) سے تھے۔ اور دل بھی (توحید میں) یکتا ہونا چاہیئے۔

قولہ تعالیٰ: مَاجَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ۔ اَللّٰہ تعالیٰ نے کسی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔

جان لو! کہ علما نصیحت کرتے ہیں اور فقرا (نفس) کو فضیحت میں ڈال کر ہمیشہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں۔ فقیر ظلّ اللّٰہ لایحتاج ہوتے ہیں۔

فقیر قولہ تعالیٰ: اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ اَللّٰہ تعالیٰ جن کو اپنا ولی بناتے ہیں اُن کو ظلمات سے نکال کر نوُر میں داخل کر دیتے ہیں (کا مونہ ہوتے ہیں)۔

جان لو! کہ فقیر (اِسمِ اَللّٰہ کا) مُنادی مُناجاتی ہوتا ہے۔ وہ شرابی اور خراباتی نہیں ہوتا۔ پس فقیر میں پانچ چیزیں نہیں ہوتیں:

اوّل سرُود کہ کفر کی بُنیاد ہے۔

دوم جھوٹ کہ یہ ایمان کی تاریکی کا باعث ہے۔

سیوم لذاتِ نفس نہیں ہوتیں کہ ذائقہ نفس دل کی سیاہی کا ذریعہ ہے۔

چہارم فقر میں شراب خوری اور سکر نہیں ہوتا۔ قولہ تعالیٰ: یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی۔ اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ پھٹکو!

پنجم۔ فقیر میں بدعت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کے قہر اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہے۔

باھُو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ جب تُو دیکھے کہ کسی طریقے سے بھی طالب اللہ پر فقر کی راہ نہیں کھلتی اور کشائش نہیں ہوتی تو اُسے چاہیئے کہ صرف یاد اللہ کی طرف رجوع کر لے۔ قرآن پاک کو اپنا پیشوا بنائے۔ چنانچہ دریا میں چلنے والی کشتی کے مانند کسی زندہ قبر پر (جو کسی زندہ قلب فقیر غوث قطب کی ہو) سوار ہو جیسا کہ گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں اور جو کچھ جانتا ہے قرآن مجید (سورۃ مزمل۔ سورۃ ملک۔ سورۃ یٰسٓ) پڑھے۔ وہ قبر فی الفور برق براق سے تیز گھوڑے کی مانند توحید اللہ میں غرق کر دے گی۔ اور (طالب) اپنے مطلوب کو حاصل کرے گا۔ یا وہ (صاحب قبر) اُس کو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل کرے گا۔ وہاں (طالب) اپنی عرض پیش کرے اور جو حکم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم دیں اُس پر استقامت اختیار کرے۔

الحدیث: اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ۔

جب تم کسی کام میں حیران ہو جاؤ تو اہلِ قبور سے امداد حاصل کرو۔ (یہ دعوت القبور کا طریقہ ہے۔ جو شخص اِس طریقہ کی شرائط کو پورا نہیں کرتا اور علمِ دعوت القبور سے پوری طرح آگاہ نہیں اُسے قبر پر سوار ہو کر قرآن مجید پڑھنے کی جرأت نہ کرنا چاہیئے۔ قبر پر سوار ہونے کی بجائے آگ پر پاؤں رکھ دینا بہتر ہے۔ کیونکہ جلا ہُوا تو درست ہو سکتا ہے لیکن قبر سے رجعت کھانے والا لاعلاج ہو جاتا ہے۔

تمت شد ترجمہ نسخہ متبرک طُرفۃُ العَین

ترجمہ کتاب مستطاب طرفۃ العین تصنیف بہ تالیف سلطان العارفین سلطان الفقر فنا فی عین ذات یا ھُو باھُو قدس سرہ العزیز آج بروز اتوار مورخہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۵ء بمقام عزیز کالونی شاہدرہ لاہور از فقیر الطاف حسین قادری سروری سلطانی بخط تعلیم تکمیل پذیر ہوا۔

شرح در شرح
طُرفۃُ العَین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اسلام کا نظریۂ توحید بیان کرنے سے پہلے اقوامِ عالم کی مذہبی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ لینا بھی مناسب ہو گا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے ہی لوگوں میں بُت پرستی کا رواج جڑ پکڑ چکا تھا۔ "اور وہ بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ودّ۔ اور سواع۔ اور یغوث۔ اور نسر کو۔" (پ ۲۹۔ سورۃ نوح۔ آیت ۲۲)

اگر ہم قدیم تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ ایران۔ یونان۔ روم۔ مصر۔ عراق۔ چین۔ اور ہندوستان بُت پرستی کے مرکز تھے۔

ایک ہزار قبل مسیح ایران میں آریہ قوم آباد تھی۔ وہ روشنی کی عبادت کرتے تھے۔ سورج کو روشنی کا دیوتا مانتے۔ مظاہرِ قدرت۔ سورج۔ روشنی۔ آگ۔ ہوا کی پوجا کرتے۔ زرتشت نے خدائے واحد کی عبادت کا درس دیا۔ جو نور اور آسمانوں کا بھی خدا ہے۔ رُوح کو غیر فانی قرار دیا اور پاکیزہ خیالات۔ شائستہ کلام اور نیک اعمال کی تعلیم دی۔

عراق میں بُت پرستی کا رواج تھا۔ نمرود بادشاہ نے خدا ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ قوم بُت تراش تھی۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی الوہیت

کا اعلان کیا۔ نمرود نے آپ کو اپنے دربار میں بُلا کر کہا کہ خُدا تو میں ہوں تو کس خُدا کی عبادت کی تعلیم دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا میرا رب وہ ہے۔ جو سُورج کو مشرق سے نکالتا اور مغرب میں غروب کرتا ہے۔ نمرُود سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ اُس نے آپ کو زندہ آگ میں جلا دینے کا حکم دیا۔ ایک بہت بڑے آگ کے اَلاؤ میں آپ کو ڈالا گیا۔ لیکن اَللّٰہ تعالٰی نے آگ کو سلامتی کی حد تک ٹھنڈا کر دیا اور اپنے رسُول کو بچا لیا۔ اِس کے بعد آپ اَللّٰہ کے حکم سے عِراق سے ہجرت فرما گئے۔

مصر میں فرعون حکمران تھے۔ رعمیس کا زمانہ اُن کے عہد کا عرُوج کا زمانہ تھا۔ وہ بنی اسرائیل کے ہاں پیدا ہونے والے بچّوں کو قتل کروا دیتا اور بچیوں کو زندہ رکھتا تاکہ وہ بڑی ہو کر "آلِ فرعون" کی خدمت کریں۔ فرعون بھی خود کو "خدا" کہلاتا تھا۔ مصری قوم اوسیرس۔ آئیسس۔ ہورس تین خداؤں کو مانتے تھے۔ ایک زمین کا خدا۔ ایک آفتاب کا خدا۔ اور ایک مُلک کا خدا۔

حضرت مُوسٰی علیہ السّلام نے فرعون کے خلاف دعوٰیٔ توحید بلند کیا۔ فرعون نے جادوگروں سے مُوسٰی علیہ السّلام کا ایک بڑے میدان میں اپنے سالانہ میلہ کے دِن مُقابلہ کروایا۔ فرعون کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ جادوگروں کا کھیل ختم ہو گیا۔ اور وہ مُوسٰیؑ و ہارُونؑ کے رب پر ایمان لے آئے۔ بعد ازاں مُوسٰی علیہ السّلام اپنی قوم کو ساتھ لے کر دریائے نِیل سے پار اُتر گئے۔ جبکہ فرعون اور اُس کے لشکری دریائے نِیل میں غرق ہو گئے۔ مُوسٰی علیہ السّلام کو چالیس اَلواح، جن پر توریت کے احکامات تحریر تھے، کوہِ طُور پر چالیس یوم میں عطا کی گئیں۔ آپ کے وصال کے بعد تقریباً چار صد نبی آپ کی شریعت میں مبعوث ہوئے۔ لیکن بنی اِسرائیل نے اپنی قوم کے بزرگوں ہی کی پُوجا شروع کر دی۔ حضرت عُزیر علیہ السّلام کو خدا کا بیٹا بنا لیا۔

یُونان اور روم میں بھی بُت پرستی کا زور تھا۔ دیوی دیوتاؤں کی پُوجا کی جاتی تھی۔ سمندر کا دیوتا۔ جنگ کا دیوتا۔ آگ کا دیوتا۔ محبّت کا دیوتا۔ اِسی طرح خوب صورتی کی دیوی وینس۔ طاقت کا دیوتا اپالو اور محبّت کا دیوتا کیوپڈ کہلاتے۔ حضرت عیسٰی

علیہ السّلام نے خُدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا۔ حتّٰی کہ رُومی حکومت نے آپ کو مصلوب کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ لیکن اَللّٰہ تعالٰی نے آپ کو بچا لیا۔ آپ کے ماننے والے عیسائی کہلاتے ہیں۔ اُنہوں نے تثلیث کے عقیدہ کو اپنا کر باپ یعنی اَللّٰہ۔ بیٹا یعنی عیسٰی علیہ السّلام اور رُوحُ القُدس یعنی جبریلِ امین یا مریم صدیقہ کو اُلوہیت میں شامل کر کے اُن کی عبادت شروع کر رکھی ہے۔

ہندوستان میں آج بھی تینتیس کروڑ دیوتاؤں کی پُوجا کی جاتی ہے۔ وِشنو نظامِ شمسی کا دیوتا ہے۔ برہما ایک چھنگلی کے برابر بُت ہے۔ شیوا پانچ چہروں اور چار ہاتھوں والا اِن کا سب سے بڑا دیوتا ہے۔ جس کی دو بیویاں درگا اور پاراوتی ہیں۔ درگا کو کالی ماتا بھی کہتے ہیں جو غیض و غضب اور قتل و غارت کی دیوی ہے۔ جبکہ پاراوتی دِلکش رُوپ رکھتی ہے۔ شیوا کے بیٹے کا سر ہاتھی کے سر جیسا ہے۔ ایک دیوی لکشمی کی بھی پُوجا کی جاتی ہے جو دولت کی مالک ہے۔ دوارکا ہندوستان میں سومنات دیوتا کا بُت اور مندر بھی ہے۔

عرب میں مَکّہ کے لوگ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اِسماعیل علیہ السّلام کی نسل سے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السّلام کو بھی جنّت سے اِسی سب آب و گیاہ علاقہ میں اُتارا گیا تھا۔ آدم علیہ السلام کی قبر جدّہ میں ہے۔ آدم علیہ السّلام نے بحکمِ خدا صفا و مروہ پہاڑوں کے قریب بَیْتُ اللّٰہ کی بُنیاد عین اُس جگہ رکھی جس کے اُوپر بَیْتُ الْمَعْمُوْر فرشتوں کا کعبہ ہے۔ اِس کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام نے خالص اَللّٰہ کی عبادت کے لیے فرمائی۔

مکّہ کے لوگ شروع میں توحید پرست تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ ان میں یہ عقیدہ بھی رواج پا گیا کہ بُت خُدا کے شریک، کاروبارِ کائنات کو چلانے والے ہیں۔ اُن کی رضامندی خدا کی رضامندی ہے۔ وہ بُتوں کے نام کی قربانیاں دیتے۔ نذریں مانتے۔ عرب کے مشہور بُت لات۔ منات۔ عُزّٰی اور ہُبَل تھے۔ کعبہ میں جس کی بُنیاد خالص توحید پر رکھی گئی تھی، اُس میں ٣٦٠ بُت سال کے ٣٦٠ دنوں کی مناسبت سے

رکھے گئے تھے۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو کر تشریف لائے۔ آپ نے خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا اور بتوں کی شراکت کے عقاید کو باطل قرار دیا اور اسلام کی تعلیم دی۔ قولہ تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ (پ ۱۷، ع)

لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو کہ جن لوگوں کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کے لیے سب مجتمع ہو جائیں۔ اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ طالب اور مطلوب (یعنی عابد اور معبود) دونوں گئے گزرے ہیں۔ ان لوگوں نے خدا کی قدر جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔ کچھ شک نہیں کہ خدا زبردست (اور) غالب ہے۔"

اسلام میں توحید و رسالت کی بنیاد کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر ہے۔

کلمہ طیب کے تین جز ہیں:-

۱. لَآ اِلٰہَ ۲. اِلَّا اللّٰہُ ۳. مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

۱. **لَآ اِلٰہَ**: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) "ہم نے جتنے پیغمبر بھی آپ سے پہلے بھیجے، ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم میری ہی عبادت کرو۔" (سورۃ الانبیاء: آیت ۲۵)

جب ہم لَآ اِلٰہَ کا اقرار کرتے ہیں تو ہم زبانی اور قلبی تصدیق سے مان لیتے

لیتے ہیں کہ.....

معبود تو معبودِ واحد ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔" (پ ۲. بقرہ ۱۶۳)

وہی مشرق اور مغرب کا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔" (پ ۲۹. سورۃ مزمل ۹)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہر ظاہر و غیب کو جانتا ہے۔ وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ اللہ ہی تمہارا رب ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پھر (اس کا دروازہ چھوڑ کر) کہاں پھرے جاتے ہو؟ (پ ۲۳. زمر ۶)

(وہی) گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (وہی) سخت پکڑ کرنے والا ہے۔ (وہی) بڑے انعام دینے والا بھی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تمھیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (پ ۲۴. مومن ۳)

اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو (الٰہ مان کر) اس کی عبادت نہ کرو۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اسی کا حکم (کائنات کے ہر ذرہ پر نافذ ہے) اور پھر تم اسی کی طرف رجوع کرو گے۔ (پ ۲۰. قصص ۸۸)

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجیے کہ میری طرف یہی وحی نازل ہوئی ہے کہ تمہارا الٰہ واحد ہے۔ (اسی کی عبادت کرو)۔ (اے لوگو!) کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟ (پ ۱۷. الانبیاء ۱۰۸)

اللہ بہت بلندی والا۔ سچا بادشاہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عزت والے عرش کا (بھی) رب ہے۔ (پ ۱۸. مومنون ۱۱۶)

اللہ کے سوا کسی کو الٰہ نہ مانو۔ نہ ہی کسی دوسرے کی عبادت کرو (ورنہ) تم پر عذاب نازل ہوگا۔ (پ ۱۹. الشعراء ۲۱۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ دو خدا نہ ٹھہراؤ۔ وہ تو ایک ہی معبود (حق) ہے۔ تم مجھی سے ڈرو۔ (پ ۱۴. نحل ۵۱)

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے وہی میرا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں؛ (پ۱۳۔ رعد ۳۰)

انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو اللہ کے سوا اپنا خدا بنا لیا اور مسیح ابن مریم (کو بھی خدا کا بیٹا مان کر اس کی عبادت کرنے لگے) حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک اِلٰہ کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی (دوسرا) عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے؛ (پ۱۰۔ توبہ ۳۱)

(مشرک کہتے ہیں) تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہیں۔ کہہ دیجئے کہ میں تو ایسی گواہی نہیں دیتا۔ کہہ دیجئے کہ وہ تو ایک ہی معبود (حق) ہے اور میں ان (بتوں سے) بیزار ہوں جن کو تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو؛ (پ۷۔ سورہ انعام آیت ۱۹)

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند؛ (پ۳۔ سورہ بقرہ ۲۳۳)

اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ وہ (ماں کے) رحم میں جس قسم کی صورت چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ عزت والا حکمت والا ہے؛ (پ۳۔ آلِ عمران ۶)

پس معلوم ہوا کہ:

۱۔ ہمارا اِلٰہ ایک ہے۔
۲۔ اسی کی ذات ہر قسم کی عبادت کے لائق ہے۔
۳۔ زمین و آسمان کی ہر شے اسی کی تسبیح کرتی ہے۔
۴۔ اس کا کوئی شریک نہیں کہ کاروبارِ کائنات چلانے کے لیے اس کی امداد کی ضرورت پیش آئے۔

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ گوید

۲۔ اِلَّا اللّٰہ

اللہ اسمِ ذات ہے جو ذات و صفات پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ کا اسم نزولِ قرآن سے قبل بھی عربوں میں مروج تھا۔ عبرانی۔ سریانی۔ حمیری۔ عربی۔ تمام قدیم زبانوں میں الف۔ لام۔ ہ کے مادہ سے مشتق تصور (اسم اللہ) موجود تھا۔ کلدانی اور سریانی میں الاہیا۔ عبرانی کا الوہیم اور عربی کا اِلٰہ ہم معنی ہیں۔ بنی اسرائیل میں "ایل" اللہ کو کہتے تھے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیئے جانے کے احکام دیئے گئے تو آپ نے فریاد کی۔ ایلی۔ ایلی۔ (اے میرے اللہ۔ اے میرے اللہ)

پس یہ ایل ہی عربی کا اِلٰہ ہے جس کے معنی اُس ہستی کے ہیں جس کے ادراک سے ہر عقل درماندہ اور عقل کے ہزاروں ہزار قافلے سنگسار اور علم و عقل شک سار رہیں۔ اس کی ابتداء اور انتہا عجز و حیرت ہے۔ باھوؒ سلطان فرماتے ہیں کہ اگر تمام مخلوقات جن و انس روزِ ازل سے روزِ ابد تک اسم اللہ ذات کی معرفت اور کنہ معلوم کرنے کے لیے بھاگتے رہیں تو بھی حیرت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

اسم اللہ ذات وہ ذاتی اسم ہے جس میں جملہ صفاتِ الٰہیہ اس طرح شامل ہیں جس طرح ایک بیج میں ایک درخت کی جڑیں۔ تنہ۔ شاخیں۔ پتے۔ پھل۔ پھول موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح اسم اللہ ذات میں اُس کی تمام صفات رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ رزاق۔ ستار۔ غفار۔ حیّ و قیوم۔ مالکُ الملک اور دوسرے اسماءِ الحسنیٰ شامل ہیں۔ جب ہم کسی بھی اسمِ صفت کو پکاریں گے تو ہمارا ذہن فوری طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔

سورۂ اخلاص میں فرمایا۔ یارسول اللہ کہہ دیجئے۔ اللہ ایک ہے (اپنی ذات اور صفات میں واحد و یکتا ہے) اللہ بے نیاز ہے۔ (وہ لا محتاج ہے۔ ہر کوئی اسی کا محتاج ہے۔) نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ ہی وہ کسی سے جنا گیا۔ اور کوئی بھی اُس کا ہمسر نہیں۔ (اللہ ہی سب سے بڑا ہے)۔

اسم اللہ ذات میں کسی قسم کے استدراج کا شائبہ تک نہیں۔ قولہ تعالیٰ

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اَللّٰہ ہی زمین و آسمان کا نور ہے

اگر اسم اَللّٰہ کا "الف" دُور کر دیں تو اسم لِلّٰہ بن جاتا ہے ۔ قولہ تعالیٰ :
لِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اسم لِلّٰہ ہی کے واسطے زمین و آسمان کے لشکر ہیں ؛

اگر "لام" اوّل کو دُور کریں تو اسم لَہٗ رہ جاتا ہے ۔ قولہ تعالیٰ :
وَاِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنْ ۔ جب وہ کسی کام کو کرنے کا اِرادہ کرتا ہے تو کہتا ہے لَہٗ ۔ وہ کام کُنْ فَیَکُوْنْ سے فوراً پورا ہو جاتا ہے ؛

جب اسم اَللّٰہ کا دُوسرا "لام" دُور کیا جاتا ہے تو اِسم ھُوْ باقی رہ جاتا ہے ۔ قولہ تعالیٰ :
ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ ۔ وہی اَللّٰہ ہے اور ھُوْ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں، پس اَللّٰہ ۔ لِلّٰہ ۔ لَہٗ ۔ ھُوْ اِسم ذات ہیں ۔

جب کوئی شخص اَللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لے آتا ہے تو اُس پر دو باتوں کا عمل لازم ہو جاتا ہے ۔

اوّل یہ کہ وہ ہر کام اَللّٰہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کرے ۔
ع اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ ۔
اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (القرآن)
میری نماز میری قربانی ۔ میری زندگی اور میری موت اَللّٰہ ربّ العالمین کے لیے ہے ؛

دوم ۔ یہ کہ ہر حالت میں اَللّٰہ تعالیٰ سے ہی اِمداد طلب کی جائے ۔
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ؛
وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ۔ اَللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صبر اور نماز سے امداد مانگو ؛ (القرآن)

مشہور ہے کہ رسُولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک روز ایک درخت کے نیچے اِستراحت فرما رہے تھے ۔ تلوار قریب پڑی تھی ۔ ایک کافر نے موقع جان کر تلوار

اُٹھالی اور حضورِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بیدار کر کے کہا : "اب آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا" ۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا : "میرا اَللّٰہ" ۔ یہ سُننا تھا کہ اُس کافر کے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی اور تلوار اُس کے ہاتھ سے گر گئی حضورِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وہی تلوار اُٹھا کر اُسے للکارا اور کہا ۔ اب تمھیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا، اُس نے کہا ۔ کوئی نہیں ۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ۔ کہو اَللّٰہ ۔ بس وہ کافر کلمۂ طیّب پڑھ کر مسلمان ہو گیا ۔ ہمیں بھی ہر موقع کی مناسبت سے ذکرِ اَللّٰہ کرتے رہنا چاہیئے ۔

جب کوئی کام شروع کریں ۔	بِسْمِ اللّٰہ کہیں ۔
جب کوئی کام کرنے کا اِرادہ کریں ۔	اِنْشَآءَ اللّٰہ کہیں ۔
جب کسی کی تعریف کریں ۔	سُبْحَانَ اللّٰہ ، مَاشَاءَ اللّٰہ کہیں ۔
جب مدد کو پکاریں ۔	یَا اَللّٰہ کہیں ۔
جب کسی کا شکریہ ادا کریں ۔	جَزَاكَ اللّٰہ کہیں ۔
سونے اور جاگنے پر ۔	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کہیں ۔
جب حلف اُٹھائیں ۔	وَاللّٰہ ۔ بِاللّٰہ کہیں ۔
جب چھینک آئے ۔	اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہیں ۔
اُس کے جواب میں ۔	یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہیں ۔
گناہوں کی بخشش کے لیے ۔	اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ کہیں ۔
ہدیہ ۔ زکوٰۃ یا صدقہ دیں ۔	فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ کہیں ۔
جب کسی بات کو تسلیم کرو ۔	اٰمَنْتُ بِاللّٰہ کہیں ۔
کسی سے محبت کرو ۔	لِحُبِّ اللّٰہ کہیں ۔
جب کسی کو رُخصت کرو ۔	فِیْ اَمَانِ اللّٰہ کہیں ۔
جب کوئی مشکل پیش آئے ۔	تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰہ کہیں ۔
کامیابی کے موقع پر ۔	بَارَكَ اللّٰہ کہیں ۔

شکرانے کے موقع پر۔	اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہیں۔
تکبیر کے موقع پر۔	اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہیں۔
ذبح کے وقت۔	بِسْمِ اللّٰهِ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہیں۔
جب کوئی فوت ہو جائے۔	اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کہیں
جب کوئی اَللّٰه کا نام لے۔	اَللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ کہیں۔

ذِکرِ اِلَّا اللّٰهُ

جب کوئی شخص اِلَّا اللّٰه کا ذِکر کرتا ہے تو اُس کا دم ذِکر ہو جاتا ہے۔ قلب زندہ ہو جاتا ہے۔ وجُود کا بال بال ذِکر اللّٰه سے گویا ہو جاتا ہے۔ ذِکر مذکُور سے اِلہام ہونے لگتا ہے۔ ذاکر روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ اُسے دائمی حیات نصیب ہو جاتی ہے۔ سُلطانُ العارفین فرماتے ہیں کہ قادری طریق کا پہلا سبق یہ ہے کہ:-

۱۔ تصورِ اِسم اَللّٰه۔
۲۔ ضرب اِلَّا اللّٰه ۔ اور
۳۔ توجہ باطنی سے گُم ہو کر
۴۔ حضُور نبی کریم صلّی اللّٰه علیہ وسلّم کی حضُوری مجلس میں داخل ہوتا ہے۔

آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ مساجد میں اکثر لکھا ہُوا ہوتا ہے۔
افضل الذکر - لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلّی اللّٰه علیہ وسلّم)
لیکن آج کل ایک رجحان پیدا ہو گیا ہے کہ ہر نماز کے بعد مساجد میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کا چند بار ذِکر کرتے ہیں اور پھر ایک بار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کہتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہئیے۔ بلکہ کلمہ طیب ہر بار مکمل پڑھنا چاہئیے۔
لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (صلّی اللّٰه علیہ وسلّم)
بعض لوگوں نے اِسم اللّٰه اور اِسم هُوْ کو اکٹھا کر کے اَللّٰه هُوْ کا ذِکر شروع کر رکھا ہے۔ کچھ مشائخ کرام حضرات اس میں پیش پیش ہیں۔ قرآن و حدیث میں کلمہ طیب

اور ذِکر اللّٰه جو کلمہ طیب میں بھی موجود ہے، کے ذِکر کا حکم دیا گیا ہے۔ هُوْ کا ذِکر الگ ہے جیسے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوْ۔ لیکن ذِکر اَللّٰه هُوْ بنانے والوں کا منشاء یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ذِکر صرف اَللّٰه کا کیا جائے اور درُود پاک حضُور پاک صلّی اللّٰه علیہ وسلّم پر پڑھا جائے۔ یعنی ذِکر میں حضُور پاک صلّی اللّٰه علیہ وسلّم کو شامل نہ کیا جائے۔ اگر وہ لوگ کلمہ طیب کا ذِکر کرتے بھی ہیں تو اُسے صرف لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه تک محدُود رکھتے ہیں۔ حالانکہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کہے بغیر کلمہ طیب کا ذِکر مکمل ہی نہیں ہوتا۔

۳- مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کلمہ طیب کا تیسرا جزو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه ہے۔ رسالت کے بغیر توحید کا تصور مکمل نہیں ہوتا۔ توحید اور رسالت پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ اَللّٰه اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کو ایک ہی جانئے۔ انہیں الگ الگ نہ سمجھے۔ ؎

مُحَمَّدْ کو مت کر خُدا سے جُدا　　مُحَمَّدْ مِلا تو خُدا مِل گیا

اگر کوئی شخص لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه پر ایمان بھی لے آئے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه پر ایمان نہ لائے تو وہ [illegible] مان نہیں ہو سکتا۔ اَللّٰه کی الوہیت اور رَسُوْلُ اللّٰه کی رسالت دونوں ازلی ابدی ہیں۔
بعض لوگ اِلَّا رَسُوْل یا رَسُوْل کا ترجمہ "نرے رسُول" یا "قاصد" کرتے ہیں ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ رسُول کے لیے "قاصد" کا لفظ اِستعمال کرنا سُوئے ادبی ہے۔ اگر رسُول کا ترجمہ رسُول ہی رہنے دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ جبکہ ہم میں سے اَن پڑھ لوگ بھی لفظ رسُول سے واقف اور آگاہ ہیں۔ آئیے ہم دیکھیں کہ قرآن مجید میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کس برگزیدہ ہستی کو کہا گیا ہے۔
اَللّٰه کے سوا کوئی معبُود نہیں اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه ہیں۔
(مُحَمَّدٌ) رَسُوْلُ اللّٰه رحمتِ عالم ہیں۔

(محمدؐ) رسول اللہ کی اتباع اللہ کی اتباع ہے۔
جس نے محمدؐ (رسول اللہ) کی اتباع کی اسی نے اللہ کی اتباع کی۔
(محمدؐ) رسول اللہ کا حکم اللہ کا حکم ہے۔
(محمدؐ) رسول اللہ بشیر و نذیر ہیں۔ وہ اللہ کی طرف اللہ کے حکم سے بلانے والے روشن چراغ ہیں۔
(محمدؐ رسول اللہ) کی اتباع ہی اللہ کی محبت (کا ثبوت) ہے۔
جو شخص (محمدؐ رسول اللہ) کی اتباع کرے گا اس سے اللہ محبت کرے گا۔
(محمدؐ) رسول اللہ کی ذات میں سب لوگوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔
اللہ اور (محمدؐ) رسول اللہ کے آگے قدم نہ بڑھاؤ کہ یہ بے ادبی ہے)۔
نبی اللہ کی آواز سے اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرو۔ ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔
(محمدؐ) رسول اللہ جو تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔
اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرو اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے وہ (رسولؐ کے پاس) آئیں اور رسولؐ پاک بھی ان کی بخشش چاہیں۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ وہ غفور الرحیم ہے۔
(محمدؐ رسول اللہ) کی ذات پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔
اے ایمان والو! (تم بھی تسلیم و رضا) سے درود بھیجتے رہو۔
محمدؐ رسول اللہ پر قرآن نازل کیا گیا۔
محمدؐ رسول اللہ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ کہا۔
محمدؐ رسول اللہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا۔
یا موسیٰ! میں (محمدؐ رسول اللہ) کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا۔ (انجیل)
محمدؐ رسول اللہ کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے قُلْ کہہ کر کلام فرمایا۔
محمدؐ رسول اللہ کے متعلق قبر میں سوال کیا جاتا ہے۔ (بخاری)

بروزِ حشر (محمدؐ رسول اللہ) جملہ امم کے شفیع ہوں گے۔ (الحدیث)
قرآنِ مجید نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لیے ہم پر چند باتیں لازم قرار دی ہیں۔

۱. ادبِ رسولؐ اللہ۔
۲. محبتِ رسولؐ اللہ
۳. ہر کام میں نمونہ رسولؐ اللہ۔
۴. جملہ معاملات میں حکم رسولؐ اللہ۔
۵. اتباعِ رسولؐ اللہ۔
۶. بخشش و ہدایت کا ذریعہ رسولؐ اللہ۔
۷. رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔

قولہ تعالیٰ: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ؛ نہیں ہیں محمدؐ سوائے اس کے کہ (ہمہ وقت) رسول؛ (جس طرح سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کا جج ہمہ وقت جج ہوتا ہے۔ اسی طرح) اِلَّا سے مراد ہمہ وقت رسولؐ کے ہیں۔ آپؐ سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔ اگر رسولِ پاک وفات پا جائیں، یا قتل (شہید) کر دیئے جائیں؛ تو تم الٹے قدموں واپس پلٹ جاؤ گے (حالانکہ تمہیں علم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لیے رسول ہیں)۔ قولہ تعالیٰ:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ الاعراف ۱۵۷)

یہ وہ ہیں جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو امّی (امّ العلوم) نبی ہیں جس (کے ذکر) کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ نبی انہیں

نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُرائی سے روکتا ہے۔ حلال چیزیں اُن کے لیے پاک کرتا ہے اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک چیزیں۔ اور اُتارتا ہے اُن سے اُن کا بوجھ۔ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں جن میں وہ جکڑے ہوئے ہیں پس جو لوگ ایمان لائے اُس نبی پر اور تعظیم کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اُس نور (رسالت) کی جو آپ کے ساتھ اُتارا گیا۔ یہی لوگ فلاح پانے والے (کامیاب و کامران) ہیں ؟

——— ۵ ———

بمصطفٰے برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست

اگر باُو نرسیدی تمام بولہبی است

صوفیاء میں بھی وحدت کے تین نظریات ہیں :-

۱۔ ہمہ اُوست ۔

۲۔ ہمہ ازاُوست ۔

۳۔ ہمہ اُوست درمغز و پوست ۔

۱۔ **ہمہ اُوست** کا دُوسرا نام **وحدتُ الوجُود** ہے جس کے خالق شیخ اکبر محیُ الدین محمد ابنِ علی ہاشمی اُندلسی دمشقی ہیں جنہوں نے اپنے مکاشفات کی بُنیاد پر وحدتُ الوجُود کا نظریہ پیش کیا۔ اِس نظریۂ وحدت پر تفصیلی گفتگو سے پہلے بہتر ہوگا کہ وحدت کے دُوسرے نظریات پر بھی نظر ڈال لی جائے جو شیخِ اکبر سے پہلے موجُود تھے۔

سینٹ آگیٹن کا نظریۂ وحدت : زمنۂ وسطیٰ میں سینٹ آگیٹن وحدت الوجُود کا قائل نظر آتا ہے۔ اس کے نزدیک وحدت کے لیے کثرت کا ہونا ضرُوری ہے۔ وہ ساری کائنات میں حُسن دیکھتا ہے۔ تضاد و تخالف بھی کائنات کا حُسن قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ حُسن و قبح لازم و ملزُوم ہیں۔

افلاطُون کا نظریہ عالمِ مثال : یُونانی فلاسفر افلاطُون کا عقیدہ ہے کہ زمان و مکان کی حدُود سے باہر ازلی غیر فانی تصوّرات یا امثال کی دُنیا موجُود ہے اور دُنیا

کے تمام مظاہر و حوادث انہی ازلی نمونوں کے ناقص پرتو ہیں۔ یہ نظریہ تصوّف کے مسئلوں کا نقطۂ آغاز ہیں جس سے حقیقت و مجاز اور عالمِ مثال کی بحث کا آغاز ہُوا۔

فلاطینوس کا نظریۂ وحدت اور اشراقیت : فلاطینوس مصری ۲۰۴ء جو اشراقیت کا بانی ہے، کا خیال ہے کہ خُدا اور مادہ دونوں حقیقی وجود رکھتے ہیں۔ مادہ خُدا نہیں مگر خُدا کی ذات سے نکلا ہے۔ یعنی مادے میں اُلوہیت موجُود ہے جب ہستیٔ الٰہی کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک پڑتا ہے۔ تو کائنات وجُود میں آتی ہے۔ ہستی کی غایت پھر اُسی اُلوہیت اور نفسِ کُلّی کا بِل جانا ہے۔ خُدا سے ہستی کا جو صدُور ہُوا اُس کی تین منزلیں ہیں۔

۱۔ رُوحانیت ۔ ۲۔ حیوانیت (حسّیت) ۳۔ جسمانیت ۔

اِسی طرح دوبارہ خُدا میں حلُول کرجانے کی بھی تین منزلیں ہیں۔

۱۔ حیوانیت یا حسّی اِدراک ۔ ۲۔ عقل یا استدلال

۳۔ رُوحانیت یا عارفانہ وِجدان ۔

منزلِ "کبریا" تک پہنچنے کے لیے بھی وِجدان کی تین راہیں ہیں۔

۱۔ فنُونِ لطیفہ (موسیقی) ۲۔ عشق ۔ ۳۔ فلسفہ (یعنی صُوفیاء کی راہِ معرفت)

اہلِ فن حقیقتِ الٰہیہ کو مادی مظاہر میں دیکھتے ہیں۔ عاشق انسانی صُورت میں اور فلسفی (یعنی صُوفیاء) حقیقت کو عین حقیقت میں دیکھتے ہیں جسے معرفت کہا جاتا ہے۔ جس کی کلید وِجدان ہے۔

شیخ اکبر محیُ الدین عربی کا نظریہ وحدت الوجُود

شیخ اکبر محیُ الدین محمد بن علی الہاشمی الاندلسی الدمشقی (۱۷ رمضان ۵۶۹ھ تا ۲۲ ربیع الثانی ۶۳۸ھ - ۶۹ سال) نے اسلامی تصوّف میں نظریۂ وحدتُ الوجُود پیش کیا۔ مُسلمان مفکرین اور صُوفیاء نے یُونانی فلسفہ اور عِلم الکلام سے متأثر ہو کر اسلامی تعلیمات۔ نظریات اور عقاید کو قدیم فلسفیانہ نظریات سے ہم آہنگ کر کے اِسے مُسلمان بنانے کی کوشش کی۔ امام رازیؒ نے

دلائل سے علم الکلام کے زور پر اسلامی حقائق کو ثابت کرنے کی کوشش کی جبکہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے مکاشفات کے ذریعے تصوف میں وحدت الوجود کی بنیاد رکھی۔ جس سے مراد ہمہ اوست ہے۔ یعنی جو کچھ بھی موجودات ہے وہ اللہ کا ہی ہونا ہے۔ اللہ نے وحدت سے کثرت میں نزول فرمایا اور مختلف تنزلات سے گزر کر عالم ناسوت میں ظاہر ہوا۔ ہم جو کچھ بھی دیکھتے ہیں وہ ایک وہمی صورت ہے ایک ظل ہے۔ ایک عکس ہے آئینہ میں۔ حقیقت میں یہ سب اللہ ہی ہے۔ برف۔ پانی کا قطرہ۔ حباب اور لہر اگرچہ نام اور صورتوں سے علیحدہ نظر آتے ہیں۔ لیکن درحقیقت پانی ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ اسی طرح موجودات موت کے بعد اپنے اصل مبدا (خدا) میں مل جاتے ہیں۔

اس نظریہ وحدت نے تصوف کی دنیا میں پانچ صدیوں تک مطلق العنان بادشاہ بن کر حکومت کی۔ شیخ کے نظریہ کی تائید و شرح میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئیں۔ معترضین نے خاموش رہنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ اس نظریہ کا علماء اور مشائخ پر اتنا گہرا اثر تھا کہ وہ قرآن و حدیث کی تاویل کر لیتے تھے لیکن شیخ کے کلام میں کوئی تبدیلی کرنا "صوفی ازم" کا گناہ عظیم خیال کرتے تھے۔

شیخ کے نظریہ "وحدت الوجود" کو تقویت پہنچانے کے لیے صوفیاء نے دو چیزوں کو پیش کیا۔

۱۔ قرآن مجید کی آیات متشابہات جس سے وحدت کا جواز پیش کیا گیا۔

۲۔ صوفیانہ حال میں اکابرین صوفیاء کے نعرہ ہائے مستانہ جسے بطور ثبوت وحدت الوجود پیش کیا گیا۔

آیات محکمات و آیات متشابہات

قولہ تعالیٰ: هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکمات ہیں (اور

وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہات ہیں۔" (آل عمران: ۵)

آیات محکمات: یہ احکام کی آیات ہیں جن کی پابندی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے احکام۔ نکاح۔ طلاق۔ وراثت۔ وصیت کے قوانین۔ معاشی۔ معاشرتی اور مدنی ضابطے۔ صلح و جنگ کے اصول۔ سود۔ شراب خوری۔ جنسی برائیوں کی حرمت۔ حدود اللہ کی نگہداری۔

آیات متشابہات: قولہ تعالیٰ: فَاَمَّا الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَيۡغٌ فَيَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِيۡلِهٖ ؔ وَمَا يَعۡلَمُ تَاۡوِيۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ يَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖۙ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ‏○

تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے تاکہ فتنہ برپا کریں۔ اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں۔ حالانکہ مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے۔ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں"

بعض صوفیاء قرآن مجید کے حروف مقطعات کو ہی آیات متشابہات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حروف مقطعات حروف ہیں آیات نہیں اور ان حروف کے معانی سے وہ وحدت الوجود کا جواز ڈھونڈتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو اپنی ذات کا ایک تصور دینے کے لیے اپنی ذات کو انسان میں موجود صفات سے مشابہت دی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق اس کا تصور حقیقی۔ یقینی اور کامل ہو جائے۔ لیکن صوفیاء کی ایک جماعت نے ان آیات متشابہات سے غلطی کھا کر بندے کو ہی اللہ کا دوسرا روپ سمجھ لیا ہے۔ اسی لیے ہمیں آیات متشابہات میں زیادہ کرید اور غور و فکر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ اس طرح

غلطی کھانے سے گمراہ ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اب ہم چند آیاتِ مُتشابہات پیش کر کے اُن کے اصل معانی واضح کرتے ہیں۔

قولہٖ تعالیٰ: وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ ہم نے (آدم) میں اپنی رُوح پھُونک دی: سے یہ سمجھ لیا گیا کہ اَللّٰہ تعالیٰ خود ہی بندے کے وجُود میں داخل ہو گیا۔ حالانکہ اپنی رُوح سے مُراد اپنی ملکیتِ رُوح ہے نہ کہ اپنی ذاتی رُوح۔

سُلطانُ العارفین فرماتے ہیں۔ قلب۔ رُوح۔ سرِ سب مخلوق ہے۔ کافروں کی رُوح کافر، مومنوں کی رُوح مومن اور مُنافقوں کی رُوح منافق ہوتی ہے۔ اِسی لیے کہا گیا ہے۔ جیسی رُوح ویسے فرشتے۔

بندہ دیکھتا بھی ہے اور سُنتا بھی۔ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ وہ سُننے والا دیکھنے والا ہے؛ اَللّٰہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو سمیعؔ و بصیرؔ کہا ہے۔ انسان سُننے کے لیے کانوں اور دیکھنے کے لیے آنکھوں کا مُحتاج ہے۔ لیکن اَللّٰہ تعالیٰ کی ذات کانوں اور آنکھوں کی احتیاج سے پاک ہے۔ صُوفیاء نے سمجھ لیا کہ شاید اَللّٰہ تعالیٰ بھی مثلِ آدم دیکھتا سُنتا ہے۔ شاید بندہ ہی اَللّٰہ ہے۔

قولہٖ تعالیٰ: خَلَقْتُ بِيَدَيَّ۔ (صٓ ۳۸: ۷۵)۔ میں نے اس (آدم) کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ ہم ہاتھوں کی اہمیت اور افادیت سے پُوری طرح آگاہ ہیں۔ اِس طرح ہمیں اَللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور قوّت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اَللّٰہ ربُّ العزت کسی کام کو کرنے کے لیے ہاتھوں کے محتاج نہیں۔ وہ جب لَهٗ کا اِرادہ کرتا ہے تو کُنْ فَيَكُونُ کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور اَبد تک جاری رہتا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ: يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ۔ آپ کے ہاتھ کے اُوپر میرا ہاتھ ہے یا رسُولَ اللّٰہ!

اَللّٰہ تعالیٰ نے اپنی حکُومت کا تصوّر دینے کے لیے عرش اور کُرسی کا ذکر فرمایا وحدتُ الوجُودی صُوفیاء نے جب اِن آیاتِ مُتشابہات کا مُطالعہ کیا اور ـــــ

حدیثِ قدسی: جب میرا بندہ نفلی عبادت سے میرا قُرب چاہتا ہے تو مَیں اُس کی زبان بن جاتا ہُوں۔ اُس کی آنکھیں بن جاتا ہُوں۔ اُس کے کان بن جاتا ہوں۔ اُس کے ہاتھ بن جاتا ہُوں ـــــ پر نظر ڈالی تو یہ نتیجہ اَخذ کیا کہ اَللّٰہ ہی بندے کے رُوپ میں موجُود ہے۔ اِس حدیثِ پاک کا جائزہ ہم آئندہ صفحات میں لیں گے۔

یقین کے پانچ مراتب ہیں:-

۱۔ علمُ الیقین۔ ۲۔ عینُ الیقین۔ ۳۔ حقُّ الیقین۔ ۴۔ مراۃُ الیقین۔ ۵۔ مُخ الیقین

شیخِ اکبر نے جب وحدتُ الوجُود کا تصوّر کثرت سے کیا تو عینُ الیقین کے مقام پر مکاشفات میں اُنہوں نے ہر چیز کو خُدا ہی کی صُورت میں دیکھا۔ قولہٗ تعالیٰ: فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ۔ تم جس طرف بھی مُنہ پھیرو گے اُدھر اَللّٰہ ہی کا چہرہ پاؤ گے؛ اِس قسم کے بکثرت مکاشفات سے شیخِ اکبر نے ایک ہی نتیجہ اَخذ کیا کہ ہر چیز خُدا ہی کی ایک صُورت ہے جو وحدت سے کثرت میں آ کر مختلف ناموں سے جانی جاتی ہے۔ اور کائناتِ عالم میں موجُود مُختلف اشیاء کی کوئی حقیقت نہیں جب کوئی شخص کسی خاص رنگ کی عینک سبز یا سُرخ پہن لیتا ہے تو اُسے ہر طرف وہی رنگ نظر آنے لگتا ہے۔ یہ اُس کی اپنی حالت ہوتی ہے۔ رنگ تو اُس کا اپنا ہوتا ہے لیکن وہ کائنات کو ایک خاص رنگ میں رنگا ہُوا سمجھنے لگتا ہے۔ یہی حال شیخِ اکبر کے مشاہدات کا ہے۔ آپ نے تصوّرِ وحدتُ الوجُود کی کثرت کے نتیجہ میں عینُ الیقین کے مکاشفات میں خُدا اور کائنات کو ایک ہی جانا۔

وَحدتُ الوُجُود کے نظریہ کی تائید میں کائناتِ عالم کو چھ یوم میں بنانے کو چھ اَدوار میں نورِ اَحدیت کا نزُول قرار دیا۔ گویا کہ اَللّٰہ تعالےٰ ہی درجہ بدرجہ ہر شے میں وحدت سے کثرت میں ظاہر ہُوا۔ اِن تنزلات کا نقشہ حسبِ ذیل ہے:-

نقشہ ظہورات و تنزّلات

ظہورات	مراتب	مرتبہ	تنزل	تعین	مقام
ظہوراتِ علمی	مراتبِ الٰہیہ	مرتبہ اوّل	ذات	۱- تعینِ احدیت	۱- مقامِ ہاہوت
		مرتبہ دوم	۱- تنزلِ صفات	۲- تعینِ وحدت	۲- مقامِ یاہوت
		مرتبہ سوم	۲- تنزلِ اسماء	۳- تعینِ واحدیت	۳- مقامِ لاہوت
ظہوراتِ عینی	مراتبِ کونیہ	مرتبہ چہارم	۳- تنزلِ افعال	۴- تعینِ روح	۴- مقامِ جبروت
		مرتبہ پنجم	۴- تنزلِ آثار	۵- تعینِ مثال	۵- مقامِ ملکوت
		مرتبہ ششم	۵- تنزلِ اعیان	۶- تعینِ جسم	۶- مقامِ ناسوت
	مرتبہ جامعہ	مرتبہ ہفتم	۶- تنزلِ حضرتِ انسان	۷- تعینِ انسان	۷- مقامِ ذاتِ سرِّ چشمہ چشمانِ حقیقت یاہوت

یاد رہے کہ آفتابِ ذات نے جب اُفقِ وحدت سے ظہورِ کثرت کی طرف جلوہ فرمایا تو نورِ ذات سے سات مُختلف ذاتی صِفات کی شعاعیں نمودار ہُوئیں۔ یعنی صفتِ حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر اور کلام۔ اور اِسی کے مُطابق سات مذکورہ بالا مراتب اور سات تعینات قائم ہوئے۔

وَحدَتُ الوُجُود کے نظریہ پر ایمان لانے سے:

۱۔ بندے اور خدُا کو ایک ماننا پڑتا ہے۔
۲۔ حفظِ مراتب کا فقدان ہے۔ جو قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔
۳۔ جب بندہ ہی خدُا ہے تو پھر عبادت کس کی کرے۔ یہ بے عملی کا سبق دیتا ہے۔
۴۔ کائناتِ عالم اور حیاتِ بنی آدم کو ایک ظِلّ سمجھنے سے آدمی کا زندگی کی جد وجہد میں حِصّہ لینا بے معنی ہو جاتا ہے۔
۵۔ حِساب کِتاب۔ محاسبہ۔ دوزخ۔ جنّت کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔
۶۔ وَحدتُ الوجُود کے مکاشفات میں گُم ہو کر طالب اَنانیّت میں گرفتار ہو کر خُدائی دعوٰی کرنے لگتا ہے۔ اُس کی منزل عَین الیقین پر ہی رُک جاتی ہے۔
۷۔ چور اور کوتوال ایک ہوں تو محاسبہ کیسا؟

شیخِ اکبر کی بیس کے قریب کتابیں مشہور ہیں جن میں سے فتوحاتِ مکیہ جو چار بڑی جلدوں میں ہے اور نقش النصُوص کی شرح مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے کی ہے جس کا نام نقدُ النصُوص ہے۔ فصُوص الحکم کو بھی شہرتِ عام حاصل ہوئی ہے۔ شیخِ اکبر کا سلسلۂ بیعت ۱۶ واسطوں سے رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ شیخِ اکبر ابو السعود شبلی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہیں جو محی الدین عبد القادر گیلانی الحسنی الحسینی المعرُوف غوثُ الاعظم ؒ کے خلیفہ ہیں۔ اِس نسبت قادریہ کی وجہ سے قادری سلسلہ کے فقروں میں وَحدتُ الوجُود کا نظریہ پروان چڑھ کر جوان ہوا۔ لیکن مقامِ حیرت ہے کہ سیدنا غوثُ الاعظم ؒ نے اپنی کسی کتاب میں یا اپنی تعلیمات میں "وحدتُ الوجُود" کی تعلیم و تلقین نہیں فرمائی۔ عربی میں فصُوص الحکم کی مشہور شرح نور الدین عبد الرحمٰن جامی ؒ۔ فارسی شرح نعمتُ اللہ شاہ ولیؒ کی ہے۔ اُردو ترجموں میں مولانا عبدُ القدیر صدیقی صاحب کا ترجمہ سب سے اعلیٰ ہے۔ وہ لکھتے ہیں شیخ جب ایک دفعہ ایک مسئلے کو جامع مانع اور قیود و شرائط لگا کر بیان کر دیتے ہیں تو طالب پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ اس کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے۔ اور بار بار

شرائط و قیود نہیں لگاتے۔ مثلاً ایک دفعہ لکھ دیا کہ موجود بالذات خدا کے سوا کوئی نہیں۔ سب ماسوی اللہ موجود بالعرض ہیں۔ پھر لکھ دیں گے کہ خدا کے سوا کوئی نہیں۔ یعنی بالذات کوئی نہیں۔ اِس کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ حقائق اشیاء باطل ہیں۔ عبد و رب میں کوئی فرق نہیں"۔

اور آیت ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ کا ترجمہ کرتے ہوئے وجہ اعتبار بیان کرتے ہیں۔ مثلاً وہ اَوّلؔ ہے بلحاظ احدیّت و ذات کے۔ اور آخِرؔ ہے باعتبار واحدیّت و اسماء و صفات کے۔ وہ ظاہرؔ ہے بلحاظ آثار کے اور باطنؔ ہے بلحاظ کُنہ و حقیقت کے۔ مولانا مزید لکھتے ہیں کہ شیخ نے بھی آیاتِ قرآنی سے اعتبارات پیدا کیے ہیں۔ وہ تفسیرِ قرآن شریف نہیں ہیں تفسیر سمجھنا اور شیخ سے لڑنا ظلم ہے ظلم"۔

شیخِ اکبر کے نظریۂ وحدت الوجود نے فارسی اور اُردو شاعری پر بہت زیادہ اثرات مرتب کیے۔ صوفی شعراء نے وحدت الوجود کے موضوع پر دفتر کے دفتر۔ دیوان کے دیوان تحریر کیے ہیں۔ ابھی بہت سا کلام غیر مطبوعہ حالت میں لوگوں کے پاس موجود ہے۔ دیوانِ قادری تو لوگوں کو زبانی یاد ہے۔

ہمہ از اوست

وحدت الشہود

شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ۹۷۱ھ تا ۔۔۔ عہدِ اکبر میں پیدا ہوئے۔ طریقہ نقشبندیہ میں خواجہ باقی باللہ کے مرید تھے۔ شیخ نے اپنے مکتوبات میں مجدد الف ثانی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سب سے پہلے عبدالحکیم سیالکوٹی نے آپ کو اِس لقب سے پکارا۔ پہلے آپ وحدت الوجود اور ظلّیت کے قائل تھے

لیکن بعد ازاں اِن نظریات کا شدّت سے انکار کیا بلکہ اِن کا بطلان کیا۔ آپ نے اپنے اِستدلال کی بُنیاد کلامیہ یا فلسفیانہ رنگ کی بجائے اپنے کشف و شہود پر رکھی شیخ کے زمانہ میں حکومت خود بے دین تھی۔ اکبر نے دینِ الٰہی کو سرکاری مذہب قرار دے دیا تھا۔ سلامِ مسنون کی بجائے اَللّٰہُ اَکبر جلّ جلالہٗ کہتے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی بجائے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَکْبَرُ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ کہتے دربار میں سجدہ کی طرز پر فرشی سلام کو رواج دیا گیا۔ بادشاہ جھروکہ میں بیٹھ کر عوام و خاص کو درشن دیتا۔ گویا کہ وہ دیوتا تھا۔ صوفیاء میں قوالی کے نام پر نفس پروری کا سامان کیا جا رہا تھا۔ ہندو جوگیوں اور مسلمان صوفیاء میں اِس بات پر اتفاق ہو گیا تھا کہ رام اور رحیم ایک ہی ہے۔ یہی رنگ دارا شکوہ کے مجمع البحرین میں، جو کافی عرصہ بعد لکھی گئی، جھلکتا ہے۔ صوفی نفسی وجود کو ہی تصوّف کی معراج سمجھتے تھے جو رہبانیت ہی کی ایک شکل تھی متصوفین سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پرواہ تھے۔ وہ شریعت اور معرفت کو دو علیحدہ علیحدہ شعبے خیال کرتے۔ سُکر، مستی۔ نشہ کو جو عشقِ الٰہی یا تجلّیٔ الٰہی سے مغلوب کر دیتا۔ جس سے صوفی اپنے اختیار اور عقل و علم سے دست کش ہو جاتا، کو صحو پر جس میں سالک مغلوب نہیں ہوتا، اعلیٰ خیال کیا جاتا۔ اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر تخت پر بیٹھا اور اُس نے شیخ کو قید کر دیا۔ شیخ نے دین میں رواج پانے والی بدعات اور صوفیاء کے عقایدِ بد کے خلاف احتجاج اور جہاد کیا۔ سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کیا اور صوفیاء کو بتایا کہ نبوت اور ولایت کا فرق محض درجات کا فرق نہیں بلکہ نوعیت کا فرق ہے۔ نبوت کی ہر حال میں اتباع لازم ہے جبکہ ولایت کی اِتباع لازم نہیں۔ ولایت کسبی ہے جو فضلِ ایزدی سے ہر شخص حاصل کر سکتا ہے جبکہ نبوت کسب سے حاصل نہیں ہوتی۔

شیخ کے نزدیک رُوحانی ترقی ایک سیر ہے جو خدا تک لے جاتی ہے۔ اِس کے تین مدارج ہیں:۔

۱۔ سیر الی اللہ: یہ وہ مقام ہے جس میں سالک اسماء و شیونِ الٰہی کے اظلال

۲. سَیرفی اللہ۔ پہلے مقام سے عروج کر کے سالک یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ ذاتِ الٰہی کا مُشاہدہ کر رہا ہے۔

۳. سَیرعن اللہ۔ اِس مقام پر رجعت ہو کر وہ اَللہ کے مُشاہدہ سے واپس پلٹ آتا ہے اور عبُودیّت کو ہی اپنی منزل بنا لیتا ہے۔ عام انسان کی طرح وہ فرائض کی بجا آوری میں منہمک ہو جاتا ہے۔ بشریعت پر عمل کرتا ہے اور انبیاء علیہم السّلام کی طرح اپنی ساری طاقت اِصلاحِ خلق پر صَرف کر دیتا ہے۔ اِس طرح شیخ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ کائنات کی ہر شے اَللہ نہیں ہے بلکہ منجانب اَللہ ہے اور اس کی ذات کی شہادت دے رہی ہے کہ اَللہ ایک ہی ہے۔ اس نظریہ کو شیخ وَحدَتُ الشُّھُود کہتے ہیں جس میں تمام منازلِ سلوک سے گزر کر سالک مقامِ عبدیّت کو ہی تمام مقامات سے بالاتر سمجھ لیتا ہے۔

صُوفیاء یہ کہتے ہیں کہ مکاشفے سے خُدا کا شہُود حاصل ہوتا ہے۔ شیخ اسے محض فریب کہتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ خُدا تعالیٰ ہمارے قوائے عقلیہ اور کشفیہ کی دسترس سے بہت ہی بالاتر ہے۔ شیخ کے نزدیک تصوّف صرف تزکیۂ اخلاق میں مدد دیتا ہے۔ شیخ صِفات کو عینِ ذات نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں صفات زاید علی الذّات ہیں۔ کشف سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ شہُود ہی شہُود ہے حقیقت نہیں۔ اُن کے نزدیک صفات ظِلّ ذات ہیں اور عالم ظِلِّ صفات ہے۔ وہ تعیّنات اور تنزّلات نہیں کہتے کیونکہ اِس میں غیبت کا اِحتمال ہے۔

صفتِ تکوین تخلیقِ عالم کی مُوجب ہے۔ عالم اِس کا ظِلّ یعنی معلُول ہے تجلّی نہیں یہ صفات علی الذّات ہیں اِس لیے کہ ذاتِ کاملہ انہیں بتدریج وجُود میں لاتی ہے تاکہ تخلیقِ عالم فرمائے۔ وہ غنی العالمین ہے۔

شیخ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَللہ تعالیٰ تمام ایسے اَسماء و صِفات سے جو ہمارے اِدراک میں آسکیں بالاتر ہے۔ وہ تمام شیون و اعتبارات ظہُور و بطُون۔ بروز و ... سے۔ تمام موصُول و مفصُول سے مشاہدات و مکاشفات

سے بلکہ تمام محسُوس و معقُول سے اور تمام موہُوم و متخیّل سے ماوراء ہے۔

ھُوَ سُبْحَانَہٗ وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء۔ راہِ کشف سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ شہُود ہی شہُود ہے حقیقت نہیں۔ خُدا کا شہُود ہو ہی نہیں سکتا۔ پس ایمان بالغیب کے بغیر چارہ نہیں۔ لہٰذا یہی تصوّر اور ایمان کافی ہے کہ خُدا خالق ہے۔ زمینوں آسمانوں کا۔ پہاڑوں سمندروں کا۔ نباتات و جمادات کا۔ اِنسان کا خالق بھی وہی ہے۔ وہ معبُود ہے اور بندہ عابد ہے۔ وہ خالق ہے اور باقی ہر شے مخلُوق ہے۔ وہی تمام چیزوں کو عدم سے وجُود میں لایا۔ تمام نعمتیں اُسی کی عطا کی ہُوئی ہیں۔ وہی فریادرس اور تکلیفوں کو رفع کرنے والا ہے۔ وہی ربّ رزّاق۔ رحمٰن۔ رحیم ہے۔ وہ ستّار ہے جو گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ وہی حلیم ہے جو خطاؤں پر مؤاخذہ کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ وہ ایک ہے کوئی اُس کا شریک نہیں۔ وہ ہر شے پر محیط ہے۔ ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ ہمارے قریب ہے۔ حیات۔ علم۔ قدرت۔ اِرادہ۔ سمع۔ بصر اور کلام اُس کی صفات ہیں۔ اُس کی صفات بھی اُس کی ذات کی طرح بے چون و بے چگون ہیں۔ شیخ کا مذہب ہے کہ صفات عینِ ذات نہیں بلکہ زاید علی الذّات ہیں۔

شیخ کے نزدیک تزکیۂ نفسِ مُطمئنّہ اور مقامِ عبدیّت کا حصُول ہی تخلیقِ انسانی کا مقصُود ہے۔ اور یہ مقام اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان ماسوی اللہ کی گرفتاری سے پُوری طرح آزاد ہو جائے۔

شیخ مجددؒ کے نزدیک محبتِ الٰہی مقصُود بالذّات نہیں بلکہ وہ ماسوی اللہ سے قطعِ علائق کرنے اور مقامِ عبدیّت پر فائز ہونے کا ایک ذریعہ ہے اور معرفت کے معنی فقط یہ ہیں کہ وہ جان لے کہ وہ اَللہ کو نہیں جان سکتا۔

وَحدت کے یہ دونوں نظریات افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ شیخ اکبر نے وحدت الوجُود میں بندے کو ہی خُدا قرار دے دیا۔ اور شیخ مجدد نے اپنے مکاشفات کے تجربات جاہل صوفیاء کے مُلحدانہ نظریات اور اکبر کے دینِ الٰہی سے متاثر ہو کر ہمہ از اوست کا

نظریۂ وحدت پیش کیا۔ تصوّف کا مکمل طور پر انکار تو نہ کیا لیکن اُسے صرف تزکیۂ نفس تک محدود کر دیا۔ حضرت سلطان العارفین رحؒ نے نظریۂ وحدت کی تکمیل کی اور فقرِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کی اور اس کی بنیاد چار چیزوں پر رکھی۔

۱. شریعتِ محمّدی کی مکمل اِتباع۔

۲. ذکر فکر اور تصورِ اِسم اللہ۔

۳. الہام حضوریٔ حق دیدارِ الٰہی۔

۴. باخدا ہونا اور حضوری مجلسِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنا۔

اس مسلک سلوک کو ہمہ اوست در مغز و پوست کا نام دیا۔

نقشہ تخلیقِ کائنات

اللہ خالق ہے ہم مخلوق ہیں!

کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا۔ لاتعیّن ذات

جلوۂ احدیت ظہورِ ذاتی اللہ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

ظہورِ اسمائے ذاتی: اَللّٰهُ ۔ لِلّٰه ۔ لَهٗ ۔ هُوْ

ظہورِ اسمائے صفاتی: ربّ۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک۔ قدّوس......

نورِ احمدی۔ فقد اِسمُهٗ اَحمَدُ۔ (اسمِ مُحَمَّدٌ)

لَقَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ..... (القرآن)

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔ (حدیث)

ظہورِ کلمۂ طیب: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

لَهُ الْاَمْرُ وَالْخَلْقُ

امری مخلوق	ناسوتی مخلوق	آدم علیہ السلام
۱۔ قربِ الٰہی سے ملائکہ ۲۔ امرِ ربّی سے روح اور قلب ۳۔ امرِ کُن سے لوح و قلم ۴۔ رحمتِ الٰہی سے جنت اور اس کی نعمتیں پیدا فرمائیں۔ ۵۔ شانِ علیم سے حروفِ تہجی پیدا فرمائے۔ ۶۔ اسمِ قہار سے نار اور ناری مخلوق جنات اور دوزخ پیدا فرمائے۔	اسمِ قویٌ کے نور سے توانائی۔ مادہ گیس۔ مائع۔ ٹھوس پیدا کیا۔ ۱۔ اوّل پانی کو پیدا فرمایا پھر تخت ۲۔ پانی کے اُوپر تھا۔ (القرآن) اللہ کی رُوح پانی پر تیرتی تھی۔ (پیدائش بائیبل) ۳۔ پانی سے جھاگ۔ جھاگ سے مٹی۔ مٹی سے زمین کو دو روز میں تخلیق فرمایا۔ (ایک روز کا اندازہ ایک ہزار سال کا ہے۔) ۴۔ مادہ فضا میں گیس کی صورت میں موجود تھا۔ اُسے حاضر کر کے قدرتِ کاملہ نے سیارے۔ ستارے۔ سورج اور کہکشاں چار یوم میں مکمل فرمائے۔ ۵۔ حضرتِ عشق قوتِ کشش ثقل نے کائنات کے اُوپر بارگاہِ کبریا میں اپنی حکومت کا تختِ سلطنت آراستہ کیا۔ ہر شے کو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ نے اَن دیکھے ستونوں سے باندھ دیا۔ ۶۔ زمین پر روئیدگی اور حیوانی زندگی کا آغاز ہوا۔	۱۔ زمین پر پندرہ ہزار آدم اپنے اپنے وقت پر اپنی اپنی اُمتوں کے ساتھ گزر گئے۔ ۲۔ ہمارے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام آج سے تقریباً بیس ہزار سال قبل دنیا میں تشریف لائے۔ ۳۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے آگ۔ پانی مٹی۔ ہوا کے خلاصے سے پیدا فرمایا۔ اس میں نفخِ روح کی۔ ۳.۱ اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ ۳.۲ روحِ امری سے چراغِ زندگی کو روشن کیا۔ ۳.۳ قلب میں نورِ ربی کو مستور کیا ۳.۴ حروفِ تہجی کی تیس کلید عطا کر کے ملائکہ پر غالب کیا۔ ۳.۵ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ کا تاج پہنایا۔ آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا کیا اور نسلِ آدم کو ماں باپ کے صُلب مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا

فیضانِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ ارواحِ انبیاءؑ سے اللہ تعالیٰ نے میثاق النبیین لیا کہ جب محمد رسول اللہ کا دین دنیا میں بھیجوں تو آپ خود بھی اس پر ایمان لائیں اور اس دین کی تبلیغ بھی کریں پس آدم علیہ السلام کی نسل سے ایک لاکھ اسّی ہزار کے قریب انبیاءؑ مبعوث فرمائے میثاق النبیین کے روز ارواحِ انبیاء علیہم السلام پر نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ ہوا جس سے فیضانِ نبوی کے باعث جملہ انبیاء علیہم السلام کو نبوت ملی۔ آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حکم ہوا۔ قولہ تعالیٰ: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ آج کے دن ہم نے آپ کے دین کو جو جملہ انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا، آپ کے لیے مکمل کر دیا۔

۲۔ آپ کی پشت کے نور سے سادات پیدا ہوئے۔ ان میں سے جن ارواح پر نورِ مبین کا جلوہ ہوا انہیں امام کا منصب عطا ہوا۔ اس نور کے مظہر بارہ امام ہیں۔

۳۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ میں سے ہر صحابی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یا دو نوروں سے متصف ہوا۔ صدیق اکبرؓ نورِ صدق وصفا کی وجہ سے صدیق اکبرؓ کہلائے۔ عمر فاروقؓ صفتِ عدل اور محاسبہ نفسی میں فنا کے باعث فاروقِ اعظمؓ کہلائے۔ عثمان غنیؓ حضورؐ پاک کے دو نوروں، نورِ حیا اور نورِ سخا میں فنا کی وجہ سے ذوالنورینؓ (حیا اور سخا کے دو نوروں والے) کہلائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نورِ علم میں فنا کے باعث بابُ العلم، شجاعتِ نبویؐ میں فنا کے باعث حیدرِ کرارؓ اور سخاوت کی وجہ سے صاحبِ جود وکرم کہلائے۔

۴۔ ہفت ارواحِ فقراء۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ۔ کا مظہر بن کر آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال قبل شجرِ مرآۃ الیقین پر پیدا ہوئیں۔

۵۔ غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کا قدم کل اولیاء کی گردن پر بطورِ مہر ثبت کیا گیا۔

۶۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ ولایت سے اولیاءِ عظام کو نوازا گیا اور

درجہ بدرجہ ساجدین۔ راکعین۔ صابرین۔ واصلین وغیرہ کو نورِ ولایت عطا کیا گیا۔

تنبیہ: اگر تم لوگ قانونِ خداوندی کی پیروی نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمہاری جگہ کوئی دوسری امت لے آئے۔

ہمہ اوست در مغز و پوست

وَحدَتُ المَقصُود

○ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا ھُوْ ○ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا ھُوْ ○ لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا ھُوْ

سلطان العارفینؒ نے ہمہ اوست اور ہمہ از اوست کے دونوں نظریاتِ وحدت کے بعد وحدت کا ایک تکمیلی نظریہ پیش کیا ہے۔ وحدت الوجود کے نظریہ کو اگر علم الیقین کہیں تو وحدت الشہود کا نام عین الیقین رکھنا مناسب ہوگا۔ جبکہ وحدت المقصود حق الیقین کا نظریہ ہے۔ ہم سلطان العارفین کے نظریہ وحدت "ہمہ اوست در مغز و پوست" کا موازنہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے نظریات سے کرتے ہیں۔

سلطان العارفین ہمہ اوست یعنی وحدت الوجود کے قائل نہیں ہیں۔ وحدت الوجود میں بندہ ہی کو خدا کہا جاتا ہے جبکہ سلطان العارفینؒ خدا تعالیٰ کو خالق اور بنی آدم اور دیگر ہر شے کو مخلوق سمجھتے ہیں۔

۱۔ تو نمی دانی کہ باھُو با خدا ست!

کیا تو نہیں جانتا کہ باھُو با خدا ہے۔ (خدا کے ساتھ ہے۔ خدا نہیں)۔

۲۔ اگر بائے بشریت حائل نہ بودے، باھُو عین یاھُو بودے!

اگر بشریت کی "با" درمیان میں حائل نہ ہوتی تو باھُو عین یاھُو ہوتا۔

روح مخلوق ہے

وحدت الوجود میں۔ قولہ تعالیٰ: وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ ہم نے آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونک دی

گویا آدمؑ میں اللہ کی رُوح ہے اِس لیے وہ خُدا کا دُوسرا رُوپ ہے۔

سُلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ نفس، قلب، رُوح اور سِر سب مخلوق ہیں۔ کافر کی رُوح کافر، مُنافق کی رُوح مُنافق اور مومن کی رُوح مومن ہوتی ہے۔

رُوح کی چند اَقسام قرآن مجید میں بیان ہُوئی ہیں:-

۱۔ اوّل۔ رُوحِ نفخی: قولہٗ تعالیٰ: وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي۔ ہم نے آدمؑ میں نفخِ رُوح کر دی؛ یہ حیوانی رُوح دُنیاوی حیات کی ضامن ہے جس کا دار و مدار دم اور خُون پر ہے۔ ہر دو میں سے اگر کسی ایک کا رشتہ بھی وجُود سے منقطع کر دیا جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

۲۔ دوم۔ رُوحِ مددی: قولہٗ تعالیٰ: وَكَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ۔ ہم نے اُن کے دِلوں میں ایمان ثبت کر دیا ہے اور اُس میں رُوح داخل کر کے مدد دے دی ہے؛ جب رُوحِ مددی قلبی لطیف وجُود میں داخل ہو جاتی ہے تو طالب کو دائمی حیات، روشن ضمیری اور الہام نصیب ہو جاتا ہے

۳۔ سوم۔ رُوحِ اَمری: قولہٗ تعالیٰ: قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي...... فرما دیجئے کہ رُوح اَمرِ ربّی ہے؛ سُلطان العارفین آیت أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسُول کی اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں، آن کی "" کی شرح کرتے ہُوئے امیر الکونین میں فرماتے ہیں کہ اُولُوا الامر فقیر کو کہتے ہیں۔ اگر ایسا فقیر تصور و جذب سے بادشاہ کو بھی کھینچے تو وہ ننگے پاؤں بھاگتا ہُوا فقیر کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہے اس لیے بادشاہ اُولی الامر نہیں۔ غوث پاکؓ کو بارگاہِ کبریا سے خطاب ہُوا، میرے نزدیک فقیر وہ نہیں ہے جو کچھ بھی نہ ہو۔ بلکہ فقیر وہ ہے کہ جس کام کو بھی کہے ہو جا وہ بامرِ الٰہی زُود یا بدیر ضرور ہو جاتا ہے۔ جس فقیر کو رُوحِ اَمری نصیب ہو جاتی ہے وہ صاحبِ اَمر ہو جاتا ہے۔ جس کام کو کہتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ چہارم۔ رُوحِ قدسی: قولہٗ تعالیٰ: وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ۔

ہم نے اُسے رُوح القدس سے مدد دی۔ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو یہ رُوحِ قدسی حاصل تھی اِسی لیے آپ کو رُوحُ اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ جسے رُوحِ قدسی حاصل ہوتی ہے اُسے بِاِذنِ اللہ کی قوّت نصیب ہوتی ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں میں باذن اللہ مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ باذن اللہ اندھوں کو بینائی بخشتا ہوں۔ باذن اللہ کوڑھیوں اور بیماروں کو شِفا بخشتا ہوں۔ جس کسی کو رُوحِ قدسی کی یہ قوّت علمِ لدُنّی سے حاصل ہوتی ہے اُس کا ہر کام باذن اللہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت خِضر علیہ السّلام نے باذن اللہ کشتی کو توڑ ڈالا۔ بچّے کو مار ڈالا اور دیوارِ یتامیٰ تعمیر کر دی جس کا ذکر سورۃ کہف میں موجُود ہے۔

معینُ الدّین چشتیؒ اپنے فارسی دیوان میں فرماتے ہیں کہ مُجھے بھی رُوحِ قدسی حاصل ہے اور مجھ سے بھی ویسے ہی کام سرانجام ہو رہے ہیں جیسے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے وقُوع پذیر ہوتے تھے۔ آج بھی فقراء کو اِسمِ اللہ ذات کے تصوّر کی تربیت سے وہی قدسی رُوحی قوّت حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ جُملہ اُمور پہ عینِ عیسٰی رُوح اللہؑ کی طرح باذنِ اللہ کہنے پر قادر ہو جاتے ہیں۔

۵۔ پنجم۔ رُوحِ الامین: یہ رُوح صرف رسُولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہی حاصل ہے۔ رُوح الامین حضرت جبرئیل علیہ السّلام کو بھی کہتے ہیں۔ رُوح الامین سے مُراد امانتوں کا بوجھ اُٹھانے والی رُوح ہے جس نے اِسم اللہ ذات۔ اور قرآن مجید کا بوجھ اُٹھایا ہُوا ہے حالانکہ اِس بارِ امانت کو اُٹھانے سے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے بھی اِنکار کر دیا تھا۔ قولہٗ تعالیٰ: لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ۔ اگر ہم اِس قرآن کو پہاڑوں پر نازل کر دیتے تو آپ دیکھتے کہ اسم اللہ کی برداشت کے بوجھ اور خوفِ اللہ سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

رُوحُ الامین تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ کی مصداق ہوتی ہے۔ ایسے شخص کی زبان اللہ کی زبان اُس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور اُس کا اِرادہ اللہ کا اِرادہ

ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہے۔

الف اَللہ چنبے دی بوٹی مُرشد مَن میرے وِچ لائی ھُو

اِس مصرعہ میں بھی اَللہ۔ مُرشد اور مُرید تینوں الگ الگ بیان ہوئے ہیں۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

وحدتُ الوجود میں مَوت، نفی اور ظِلّ کا تصور موجود ہے۔ اِس لیے نفی کا عمل ہی کمال کا عمل تصوّر کیا جاتا ہے کہ مکمّل طور پر اپنی نفی کر دو۔ مرنے سے پہلے مر جاؤ اور جدوجہد زندگی چھوڑ دو۔ بے عملی (رہبانیت سے مشابہ) زندگی اختیار کر لو۔ موت کا یہ تصوّر ارسطو کے تصوّرِ مَوت سے اخذ شدہ نظر آتا ہے جسے علامہ اقبالؒ زندہ قوموں کے لیے افیون اور ارسطو کو راہبِ دیرینہ کا لقب دیتے ہیں۔

اِسلام میں اِس قسم کے نظریۂ مَوت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اِسلام ایک زندہ قوم کا نام ہے جو زندگی کی جدوجہد میں سب سے بڑھ کر حصّہ لیتی ہے۔ مساکین اور ناداروں کے حقوق دِلوانے اور اَللہ کا قانون نافذ کرنے کے لیے جہاد کرتی ہے۔ مِن حَیثُ القوم مُسلمان دُوسری اُمتوں کے اعمال کے شاہد اور نگران بنائے گئے ہیں۔

اَللہ تعالیٰ نے موت سے حیات اور ظلمات سے نُور اور رات سے دن کو پیدا فرمایا۔ سُلطانُ العارفینؒ کے نزدیک مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا سے مُراد حیاتِ دُنیوی میں ہی جان کنی، معنوی موت۔ نکیرین کے سوال و جواب۔ پُل صراط، میزان، حساب کتاب طے کر کے جنّت میں داخل ہو کر دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونا ہے۔

جس طرح ایک دانہ زمین میں بویا جاتا ہے اور بظاہر مَوت کا مزہ چکھ کر سات سو دانے کے لیے دوبارہ حیات نَو حاصل کر لیتا ہے۔ اِسی طرح فقیر نفی سے اثبات اور عبُودیت سے ربُوبیت میں داخل ہو جاتا ہے۔ سُلطانُ الفقراء اثباتی نظریۂ حیات کی تعلیم دیتے ہیں ؎

میں شہباز کراں پَروازاں وِچ دریا کرم دے ھُو

زبان جو میری کُن برابر موڑاں کم قلم دے ھُو

نعرۂ اَنا الحق

سُلطانُ العارفینؒ فرماتے ہیں کہ ایسے نعرہ لگانے والے ابھی خام ہوتے ہیں۔ رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا ہے، نعرہ نہیں لگایا۔ علی کرّم اللہ وجہہٗ نے بھی مقامِ فقر میں دعویٰ کیا ہے، نعرہ نہیں لگایا۔ بقول سُلطان الفقراء پر پلک جھپکنے میں ستر ہزار جلوے انوارِ ذات کے جو نُورِ ربُوبیت کی اُس تجلّی سے جو کوہِ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ہوئی جس سے آپ بے ہوش ہو گئے ستر ہزار گنا قوی ہوتے ہیں لیکن نہ تو وہ نعرہ مارتے ہیں اور نہ ہاؤ ہُو کرتے ہیں بلکہ هَلْ مِنْ مَّزِيْد۔ اور لایئے۔ پکارتے ہیں ؎

ع دریا وحدت دا نوش جاں کیتا اجے دی جی پیاسا ھُو

تنزّلاتِ ستّہ

وحدت الوجود کا عقیدہ ہے کہ اَللہ تعالیٰ نے خود نزول فرما کر چھ ادوار میں زمین و آسمان کائناتِ عالم کی صُورت میں ظاہر ہوا۔ قولہٗ تعالیٰ:

"جس نے زمین و آسمان کو چھ یوم میں پیدا فرمایا۔ چونکہ تخلیق کائنات کے دَوران وقت کا تعین کرنے کے لیے سُورج چاند موجُود نہ تھے، اِس لیے مفسرین حضرت عباسؓ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک یوم ہمارے ایک ہزار سال پر محیط ہے۔ بہرحال ایک یوم سے مُراد ایک دَور ہے جس کا اندازہ اَللہ و رسُولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ پہلے دو یوم میں زمین کی تخلیق ہوئی اور زمین۔ روئیدگی، حیوانات کی پیدائش اور رہائش کے قابل ہو گئی۔

پھر اَللہ تعالیٰ آسمانوں کی تکمیل کے لیے متوجہ ہوئے۔ مادہ دُھوئیں گیس کی شکل میں فضا میں موجُود تھا اور جیسا کہ سائنس دانوں نے مُشاہدہ کیا ہے، سیّارے اور ستارے ایٹمی توانائی کی حرارت سے پیدا ہونے لگے اور کہکشاں بنتے گئے۔ جسے گڑ فیکوٹ کہتے ہیں۔ بعد ازاں ملائکہ۔ جنّات عالمِ اَرواح کو پیدا فرمایا اور آخر میں حضرت آدم علیہ السلام مٹی۔ پانی۔ آگ۔ ہوا کے خلاصہ سے پیدا فرمائے گئے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہمارے جدِّ امجد آدم علیہ السلام سے پہلے پندرہ ہزار آدم اِس

زمین پر گزر چکے ہیں۔ ہم بنی آدم جس آدم کی اولاد ہیں وہ آدم عقل مند، اللہ کے رسول اور گناہ و عفو سے آگاہ تھے۔

سلطان العارفین تنزلاتِ ستہ کے قائل نہیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور تخلیق فرمایا۔ معلوم ہوا کہ نورِ اللہ ذاتی نور ہے اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تخلیقی نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ نورِ احمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کل کائنات کا ظہور ہوا۔ رسالہ روحی شریف میں فرمایا۔ نورِ احدی نے جب وحدت کے حجلہ سے کثرت کے مظاہرہ کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن کا جلوہ مصفیٰ کیا۔ اس جلوہ سے نورِ احمدی پیدا فرمایا۔ سات ارواحِ فقرا، باصفا، فنا فی اللہ۔ بقا باللہ محوِ خیالِ ذات ہمہ مغز بے پوست، آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال پہلے بحرِ جمال میں غرق، شجرِ مرآۃ الیقین پر پیدا ہوئیں معلوم ہوا کہ ارواحِ سلطان الفقرا بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ارواح ہیں۔ بذاتہٖ اللہ کا نزول نہیں۔ پس آدم اللہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کا مظہر اور اس کے نورِ ذاتی اور اسمائے صفاتی کا آئینہ ہے جس میں ذات اپنی ذات و صفات کا ملاحظہ کرتی ہے۔

ع توخود ایک تجلی ہے۔ دوسری تجلی تلاش نہ کر

مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں الحاد، بے دینی اور بدعت کا زور تھا۔ ایک طرف صوفیا، ہندو جوگیوں سے میل جول کے نتیجہ میں ایک صلح کُنی تصوف کو پروان چڑھا رہے تھے جس سے بہت سی ہندوانہ رسم و رواج اور بدعات مسلمانوں میں رائج ہو گئی تھیں۔ دوسری طرف جلال الدین اکبر، دینِ الٰہی کے نام سے دینِ اسلام کی بیخ کنی کے درپے تھا۔ ایسے وقت اور حالات میں جب شیخ نے وحدت الوجود کے مکاشفات کا عملی پہلو دیکھا تو اُن پر ظاہر ہوا کہ کشف سے اللہ تعالیٰ کی پہچان نہیں ہو سکتی اور یہ کہ مکاشفات کی انتہاء سے شہود تک پہنچنا ممکن نہیں اس لیے آپ نے باطنی اشتغال کو چھوڑ کر ظاہری عبودیت۔ شریعت۔ احیائے سنت۔ اور

خدمتِ خلق کو اپنا شعار بنا لیا۔ جس طرح ایک حکیم بیمار کو پرہیزی کھانا استعمال کرنے کی تاکید کرتا ہے اور مُرغّن غذا کھانے پینے سے روک دیتا ہے۔ آپ نے باطنی اشغال سے پرہیز اور بطورِ دوا سُنّت کی پیروی کو ملتِ اسلامیہ کی بیماری کا علاج قرار دیا۔ اور اسی کی تلقین اپنے مریدوں کو فرمائی۔

سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں ؎

ہر مرتبہ شریعت سے ہی پایا ہم نے　　پیشوا اپنا شریعت کو بنایا ہم نے

آپ فرماتے ہیں کہ شریعت ظاہری اور معرفتِ اسرارِ الٰہی باطنی عارفِ الٰہی کے دو پرو بال ہیں۔

ہمہ اوست در مغز و پوست
(وحدتُ المقصود)
توحید

توحید کی کئی اقسام ہیں:-

۱. توحیدِ قال۔ ۲. توحیدِ اعمال۔ ۳. توحیدِ افعال۔ ۴. توحیدِ احوال۔
۵. توحیدِ وصال۔

وحدت الوجود کی توحید میں ہر شخص شامل ہے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان کیونکہ وجود تو سب کا ایک ہی جیسی وحدت رکھتا ہے۔ لیکن وحدت المقصود مسلمانوں میں سے بھی صرف اُنہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اُسے حاصل کر لیتے ہیں۔ کائناتِ عالم میں ھُوْ ہی موجود ہے اور ھُوْ ہی ہمارا مقصود ہے۔ جو شخص دریائے وحدتِ ذات میں غوطہ کھا لیتا ہے وہ نورِ توحید میں غرق ہو جاتا ہے۔ وہی حقیقی مواحد اور

اہلِ توحید ہے۔

اگر راہِ باطن میں معرفتِ الٰہی میں اسم اَللّٰہ کے حروف کے درمیان تجلّیاتِ نورِ اَللّٰہ کا مشاہدہ نہ ہوتا۔ مجلسِ خاص حضرت مُحَمَّد رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نہ ہوتی اور مُلاقات مُصافحہ انبیاء اَولیاءِ اللّٰہ۔ درویش۔ فقیر، غوث و قُطب عارف باللّٰہ کو نہ ہوتا۔ تمثیل۔ دلیل۔ توبہ۔ وہم۔ خیال۔ قُرب۔ وِصال۔ علمِ لدُنّی (براہِ راست احکامِ الٰہی اور راہنمائی)۔ فتوحاتِ غیبی۔ جوابِ باصواب نہ ہوتا۔ غرق فنا فی اللّٰہ۔ بقا باللّٰہ۔ معرفتِ مولیٰ صحیح نہ ہوتی تو باطنی راہ چلنے والے تمام لوگ گمُراہ اور کافر ہو جاتے۔

وَحدتُ المقصُود میں لاتعین ذات۔ نورِ اسم اَللّٰہ ذات اور نورِ محمّدؐ سرورِ کائنات کو ہر شے میں جاری و ساری دیکھا جاتا ہے۔ اس وحدت میں تنزلاتِ ذات کی بجائے تجلّیات کا ظہور ہوتا ہے۔ سُورج کی شُعاع اس کی تجلّی ہے۔ لیکن شُعاعوں کو سُورج نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ سُورج باقی رہتا ہے اور شُعاعیں اپنے وقت پر ختم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح نورِ اَحدیّت سے نورِ احمدیّت کا ظہور ہُوا اور اٹھارہ ہزار مخلُوق کُل عالم کا ظہُور نورِ مُحَمَّدی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم سے ہُوا۔

قولہٗ تعالیٰ: لَقَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔

الحدیث: اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔

الحدیث: لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔

اگر ہم آپؐ کو پیدا نہ کرتے تو کائنات کو ہی پیدا نہ کرتے۔ آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اَللّٰہ تعالیٰ نے کُل کائنات کو میرے ہی نور سے پیدا فرمایا۔ پس چھ یوم چھ اَدوار میں تجلّیات سے کُل عالم کُل مخلُوقات کو پیدا کیا۔

جب لاتعین ذات نے اپنے اظہار کا ارادہ فرمایا تو پہلے جلوہ نورِ ذاتی کا ہُوا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ دُوسرا جلوہ نورِ تخلیقی کا ہُوا۔ فَقَدْ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ۔
اس لاتعین ذات کا مظہر لَآ اِلٰهَ۔

اسم اَللّٰہ ذات کا مظہر اِلَّا اللّٰهُ۔ اور
اسم اَحمدی کے نور کا مظہر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔
اِس طرح کلمہ توحید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ظاہر ہُوا۔
اب یہی نور ہر مخلُوق کا بُنیادی جوہر ہے۔

قُرآنِ مجید کے شروع میں الٓمٓ میں "لام" لاتعین ذات۔ "الف" اسم اَللّٰہ اور "میم" نورِ محمّدی کا مظہر ہے۔

سائنس کی آنکھوں سے ایک ذرّے کا معائنہ کریں تو اس میں نیوٹران۔ پروٹان۔ اور الیکٹران نظر آتے ہیں۔ نیوٹران (نیوٹرل) لاتعین ذات کا مظہر، پروٹان اور الیکٹران بالترتیب نورِ اَللّٰہ اور نورِ مُحَمَّدی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کے مظہر ہیں۔

ایک بیج ہی کو لیں۔ اس میں بھی تین چیزیں ہوتی ہیں:۔
پلومیول (مرکزہ) لاتعین ذات کا مظہر۔ مونوکارٹ نورِ احدیّت کا مظہر۔ اور ڈائی کارٹ۔ نورِ احمدی کا مظہر ہے۔

پودے میں خُلیہ جس مادے سے بنتا ہے اُسے پروٹوپلازم کہتے ہیں۔ وہ بھی تین اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ نیوکلئس (مرکزہ) لاتعین ذات کا مظہر۔ خلوی جھلّی (CELL MEMBRENA) نورِ احدی کا مظہر اور سائٹوپلازم اِسم مُحَمَّدی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کے نور کا مظہر ہے۔

ایک انڈے کے اندر جھانکیں۔ اس میں ایک مرکزہ ہے جسے ایمبریو کہتے ہیں۔ جو لاتعین ذات کا مظہر ہے۔ سفید مواد نورِ اسم ذات اور زرد مواد نورِ اسم مُحَمَّدؐ سرورِ کائنات پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح اسماء میں بھی سہ حرفی وحدت موجود ہے۔ ملک۔ جانّ۔ اِنس۔ شمس۔ قمر۔ نجم۔ آب۔ خاک۔ نار۔ باد۔ حجر۔ شجر۔ کوہ۔ دمن۔ مادہ میں بھی یہ وحدت موجود ہے۔ گیس۔ مائع۔ ٹھوس۔ پس خالق و معبُود کا یہ ازلی اَبدی تعلّق ہر جگہ ہر شے میں موجود ہے۔

وحدت الوجود کو ہم یکسر موقوف نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کی تکمیل ہمہ اوست درمغز و پوست کا مصداق بننے سے ہی ہوتی ہے۔ ؎

آدم کو خدا مت کہو آدم خدا نہیں
لیکن خدا کے نور سے آدم جدا نہیں

ہمہ اوست درمغز و پوست (وحدت المقصود) کے تین درجات ہیں:۔

۱. مقام فی اللہ۔ (۲) مقام لی مع اللہ۔ (۳) مقام ھو اللہ۔

توحید کا پہلا قاعدہ: (۱) مقام فی اللہ۔ یعنی فنا فی نور اللہ۔ اس کے مزید تین درجات ہیں۔ (۱) تصور قرب فی اللہ۔ ۲. تصور وصال فی اللہ۔ ۳. تصور وہم وحدانیت استغراق فی اللہ۔

۱. تصور قرب فی اللہ: سنو! کہ ریاضت راز کے لیے۔ مجاہدہ مشاہدہ کے لیے عبودیت ربوبیت کے لیے۔ ستر اسرار کے لیے۔ معرفت دائمی زندگی دل بیدار کے لیے محبت محو محرمیت فی اللہ کے لیے اور فی اللہ بقا باللہ کے لیے ہے۔ قولہ تعالیٰ: نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہوں؛ قولہ تعالیٰ:

جب تم مجھے پکارتے ہو تو میں تمہارے قریب ہوتا ہوں؛

اسم اللہ کے قرب کے تصور سے قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے۔

۲. تصورِ وصال فی اللہ: اسم اللہ کے تصورِ وصال میں طالب دریائے توحید نور میں سیر فی اللہ کرتا ہے جیسے سمندر میں مچھلی۔ قولہ تعالیٰ: وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ سے متصل ہو جاؤ۔ اے طالب اللہ خدا تعالیٰ مشرق و مغرب۔ جنوب و شمال۔ فوق و تحت۔ چھ سمتوں میں نہیں ہے۔ غرق فی اللہ ذات سے بے مثل کا وصال حاصل ہوتا ہے۔ (یہ نقد جنس نہیں ہے کہ تجھے ہاتھ میں پکڑا دیں۔)

۳. تصورِ استغراق فی اللہ: اس تصور اسم اللہ سے فقیر اسم اللہ کے نور میں مستغرق ہو کر دیدار الٰہی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا

نَسِیْتَ۔ اپنے آپ کو بھول کر (استغراق فی اللہ میں) اپنے رب کا ذکر کرو؛

؎ ہر کہ از خود گم شود یابد چہ چیز — غرق فی التوحید دیدارش لذیذ

؎ جسم کو اسم (اَللّٰہ) میں یوں مٹا دیتے ہیں
بِسْمِ میں الف کو جیسے چھپا دیتے ہیں

دیدار الٰہی کے بھی دو مقام ہیں:۔

۱. لقائے رب العٰلمین۔ ۲. رؤیت اللہ۔

۱. لقائے رب العالمین: تزکیہ کے بعد نفس قلب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ تصفیہ قلب کے بعد وہ روح کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ روح اور ستر پر اسم اللہ کے نور کی تجلی ہونے سے نفس۔ قلب۔ روح۔ ستر چاروں مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ طالب کو توفیق الٰہی اور نورِ ربوبیت حاصل ہو جاتا ہے۔ ؎

چار تھا میں تین ہو کر دو ہوا — دوئی سے گزرا تو پھر یکتا ہوا

الحدیث: رَاَیْتُ فِیْ قَلْبِیْ رَبِّیْ۔ میں نے اپنے قلب میں نورِ ربی دیکھا۔
قولہ تعالیٰ: مَنْ یَّرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا۔ جو کوئی اپنے رب کا لقاء چاہتا ہے اسے چاہیے کہ عمل صالح اختیار کرے۔
عمل صالح سے مراد خلاف نفس ہے۔ چاہیے کہ آفات نفس کو پہچانے اور نفس کو لَآ اِلٰہ یعنی مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا جام موت پلائے۔ قلب کو ذکر اِلَّا اللہ سے صیقل کر کے اس میں نورِ ربوبیت کا جلوہ دیکھے۔ روشن ضمیری۔ الہام اور دائمی حیات حاصل کرے۔ روح کی تجلی سے عالمِ روحانیت میں داخل ہو جائے۔ تجلیات نور کا مشاہدہ کرے اور مقامِ ستر میں باخدا ہو جائے۔

قولہ تعالیٰ: وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ وہ تمہارے نفسوں میں موجود ہے تم اسے دیکھتے کیوں نہیں؟

۲. رؤیت اللہ: رؤیت اللہ کی تین صورتیں ہیں:۔

۱. تصورِ موت سے رؤیت اللہ۔

۲۔ تصورِ اسم اَللّٰہُ یا تصورِ حروفِ اسم اَللّٰہُ سے رُویت اللّٰہ۔

۳۔ تصورِ نور سے رُویت اللّٰہ۔

(۱) تصورِ موت سے رُویت اللّٰہ : جاننا چاہیئے اُس بے مثل بے مثال کا دیدار نہ عکس ہے نہ معکوس۔ نہ زُلف نہ خط نہ خال۔ اَللّٰہُ تعالیٰ غیر مخلوق ہے اور اُسے مخلوق سے تشبیہہ دینا کفر و شرک ہے۔ رسُولِ پاک صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ قیامت کے روز مومنین رُویت اللّٰہ سے مشرف ہوں گے۔ سُلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ہر فقیر کو ایک ہزار بار دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا جب بھی تجلّیٔ نور ہوگی فقیر جذبۂ شوق سرشاری سے بیہوش ہو جائیں گے۔ پچھتر ہزار سال کے بعد استغراق سے نکلیں گے تو ھَلْ مِنْ مَّزِیْد پکاریں گے۔ جو شخص اِسم اَللّٰہُ سے موت کا تصور کرتا ہے وہ اپنی زندگی میں ہی جان کنی۔ قبر میں نکیرین کے سوال و جواب حساب کتاب اور پُل صراط سے گزر کر جنّت میں داخل ہو جاتا ہے اور جنّت میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جاتا ہے۔

رُویت اللّٰہ ایک تجلّی کی صُورت میں ہوتی ہے۔ مُوسیٰ علیہ السّلام نے بارگاہِ کبریا میں جب دیدار کی عرض کی تو کوہِ طُور پر اسم ربّ کے نور کی تجلّی ہوئی۔ قولہٗ تعالیٰ: فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ۔ پس تیرے ربّ نے پہاڑ پر تجلّی فرمائی۔ ایک دوسرے موقع پر جب مُوسیٰ علیہ السّلام کی قوم نے مطالبہ کیا کہ یا مُوسیٰ! ہم آپ پر اور آپ کے اَللّٰہُ پر اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم اپنی ظاہری آنکھوں سے اَللّٰہُ کو نہ دیکھ لیں اور ایک تجلّی ہُوئی اور وہ سب مر گئے۔

پس دیدار تجلّی کی صُورت ہوتا ہے جس کو قلب جذب کرتا ہے اور رُوح دیدار سے مشرف ہو جاتی ہے۔ اس وقت سِرّ ھُو اور رُوح ھُوَ الْحَق ھُو پکارنے لگتی ہے۔ دیدار خواب میں، مراقبہ میں، مکاشفہ میں۔ طَرْفَةَ الْعَيْن میں ہوتا ہے۔ رسُولِ پاک صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کو دیدار کھلی آنکھوں سے ہُوا۔

قولہٗ تعالیٰ: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔

(۲) تصورِ اسم اَللّٰہُ یا تصورِ حروفِ اسم اَللّٰہُ سے رُویت اللّٰہ : تصورِ اسم اَللّٰہُ کلیدِ دیدار ہے۔ جو کوئی اِسم اَللّٰہُ یا حروفِ اِسم اَللّٰہُ کا تصور کرتا ہے۔ اِسم یا حروف میں سے نورِ ذات کی تجلّی ہوتی ہے جس میں گم ہو کر طالب دیدار سے مشرف ہو جاتا ہے۔ جس طرح مُوسیٰ علیہ السّلام کو وادیٔ طوٰی میں درخت سے نورُ اللّٰہ ہویدا ہو کر اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ۔ میں تیرا اللّٰہ ہُوں کی آواز آرہی تھی، اِسی طرح فقیر طالبِ دیدار رُویت اللّٰہ سے مکرّم و مشرف ہو جاتا ہے۔

(۳) تصورِ نور سے رُویت اللّٰہ : تصورِ نور دو مقاماتِ وجود پر کیا جاتا ہے۔

۱۔ سِرِّ دماغ میں۔ ۲۔ قلب میں۔

۱۔ دیدار بخش خورد میں فرمایا۔ خاص نوع کے اہلِ تصور خاص الخاص تصورِ سِرِّ دماغ میں کرتے ہیں۔ اِس تصور والے کو بندہ رُوح الانوار دوام مشرف دیدار کہتے ہیں۔

۲۔ دُوسرا تصورِ نور قلب میں کیا جاتا ہے۔ جو قربِ جمعیت بخشتا ہے۔ اِس تصورِ نور والا دوام مشرف دیدار حضُور ہوتا ہے۔

؎ نفس قم۔ دل۔ رُوح اس سے بے خبر
ع ہر طرف بینم بیابم ذاتِ نور
جلۂ نوری سے دیکھوں با نظر

جب طالبِ حق کو قرب۔ وصال۔ اِستغراق سے وہم وحدانیت نصیب ہو جاتا ہے۔ تو اس کے وجُود سے غل و غش۔ وہمات۔ وسواس ہر قسم کے خطرات نکل جاتے ہیں نفس اور شیطان میں تفریق ہو جاتی ہے۔

توحید کے اس مقام پر الہام ہونے لگتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ: کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اَللّٰہُ اُس سے کلام فرمائے مگر (وہ تین طریق سے کلام فرماتا ہے)

۱۔ الہام سے۔ ۲۔ پردہ کے پیچھے سے۔ ۳۔ فرشتہ کے ذریعہ وحی بھیج کر۔

پسِ پردہ اَللّٰہُ تعالیٰ نے مُوسیٰ علیہ السّلام سے کلام فرمایا۔ وحی کے ذریعے سے پیغمبرانِ عظام سے خطاب فرمایا۔ حضُورِ پاک صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سے وحی کے ذریعہ اور شبِ معراج براہِ راست کلام فرمایا۔ اولیاءِ عظام کو الہام سے جواب باصواب

نصیب ہو جاتا ہے۔ جن کو الہام نہیں ہوتا اُن کو نعمُ البدل عطا کیا جاتا ہے۔ اہلِ قربُ کو دلیلِ قربِ جلیل سے۔ اہلِ وصال کو خیالِ مقامِ وصال سے۔ اور اہلِ استغراقِ کو وہمِ مقامِ وحدانیت سے ہوتا ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰه۔

توحید کا دُوسرا قاعدہ :

مقامِ لِیْ مَعَ اللّٰه		مَعَ اللّٰه کون ہیں ؟
۱۔ مَعَ اللّٰه صابرین ہیں۔	ـــــــ	اَللّٰه تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔ (۲/۶۶)
۲۔ مَعَ اللّٰه مُتقین ہیں۔	ـــــــ	اَللّٰه تعالیٰ مُتقین کے ساتھ ہے۔ (۲/۱۹۴)
۳۔ مَعَ اللّٰه مومنین ہیں۔	ـــــــ	اَللّٰه تعالیٰ مومنین کے ساتھ ہے۔ (۴/۱۴۶)

مَعَ اللّٰه وہ ہوتے ہیں جو ......

۱۔ مَعَ اللّٰه کسی دُوسرے کو اِلٰہ نہیں مانتے۔ (۵۱/۵۱)

۲۔ مَعَ اللّٰه کسی دُوسرے کو نہیں پکارتے۔ (۲۶/۸۸)

۳۔ مَعَ اللّٰه کسی دُوسرے کو خُدا کا شریک نہیں ٹھہراتے۔ (۲۶/۹۳)

وہ اَللّٰه کی ذات کے سِوا کچھ طلب نہیں کرتے۔ نہ جنت کی طمع رکھتے ہیں نہ دوزخ سے خوف کھاتے ہیں۔

ہجرت کے دوران رسُولِ پاک صلی اللّٰه علیہ وسلم نے جب غارِ ثور میں صدیق اکبرؓ کے ہمراہ مقام کیا اور قریش مکہ کا فرین کی ایک جماعت غارِ ثور کی چڑھائی چڑھتے ہُوئے غار کے دروازہ پر پہنچ گئی تو صدیق اکبرؓ کو حُزن پیدا ہُوا۔ مبادا وہ لوگ رسُولِ پاک صلی اللّٰه علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں حضوُرِ پاک صلی اللّٰه علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (القرآن)۔ حُزن مت کریں ہم مَعَ اللّٰه ہیں۔ اَللّٰه ہمارے ساتھ ہے۔ ہم با خُدا ہیں۔ جب اَولیاء اللّٰه کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے تو اُن کے وجُود سے ہر قسم کا خوف غم اور حُزن نکل جاتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ بے شک اولیاء اللّٰه کو نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی حُزن (غم)۔

حضوُرِ پاک صلی اللّٰه علیہ وسلم نے فرمایا۔ لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ فِيْهِ

مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّنَبِيٌّ مُرْسَل۔ میرا اور اَللّٰه کا ایک ایسا وقت بھی ہے جس میں ملکِ مقرب اور نبیِ مُرسل کو بھی دخل نہیں۔

ع

فرشتہ گرچہ رکھتا ہے قربِ درگاہ   نہ گنجد در مقامِ لِیْ مَعَ اللّٰه

اِس مقام پر رابعہ بصریؒ نے فرمایا۔ مَیں مَعَ اللّٰه اِس طرح محو ہوں کہ مجھے جنت اور دوزخ دونوں کی کوئی خبر نہیں۔ بایزید بسطامی رحمتہ اللّٰه علیہ فرماتے ہیں۔ میں تیس سال سے اَللّٰه تعالیٰ سے ہمکلام ہوں۔ لوگ سمجھتے ہیں ہمارے ساتھ باتیں کر رہا ہے۔ اِس مقام پر نہ دُعا ہے نہ رضا۔

ع   طالبُ بیا۔ طالب بیا۔ طالبُ بیا ⁂ تا رسانم روزِ اوّل با خُدا   (رسالہ رُوحی شریف)

ع   عالم شُدم از علمِ وحدت با خُدا

ع   ہُوا جب با خدا بندہ تو پھر طلبِ رضا کیوں ہو

خُدا جب گھر میں آجائے تو حرفِ مُدعا کیوں ہو   (فقیر)

توحید کا تیسرا قاعدہ : اِس کے دو درجات ہیں :۔

۱۔ ہمہ اُوست در مغز و پوست   ۲۔ وَاِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰه۔

(۱) ہمہ اُوست در مغز و پوست: طالبِ جب وحدتُ المقصُود میں داخل ہو جاتا ہے اور اُس کے وجُود میں ہمہ اُوست در مغز و پوست کی صُورت پیدا ہو جاتی ہے تو اُس کے جسم سے اگر خُون کا ایک قطرہ زمین پر گر پڑے تو درست زمین پر درست اِسم اَللّٰه لکھا جاتا ہے۔ ایسے طالبِ مولیٰ کو سِرِّ وحدتِ سُبحانی نصیب ہو جاتا ہے۔

الف احد جد دِتّی وکھالی از خود ہویا فانی ھُو
نہ اوتھے قُربُ وصال نہ منزل نہ اوتھے کون مکانی ھُو
نہ اوتھے عشق محبت کائی نہ اوتھے جسم نہ جانی ھُو
نَینُ عینُ تھیوسی (حضرت) باھُوؒ سِرِّ وحدتِ سُبحانی ھو

فقیر کا وجُود اِس حدیثِ قُدسی کا مصداق بن جاتا ہے :۔

فرمایا۔ جو شخص نوافل سے میرا قُربُ ڈھونڈتا ہے میں اُس کی زبان ہو جاتا ہوں کہ وہ میری قُدرت کی زبان سے کلام کرتا ہے۔ میں اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں کہ وہ

میری قدرت کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ میں اُس کے کان بن جاتا ہوں کہ وہ میری قدرت کے کانوں سے سُنتا ہے ....

ع من برنگِ یار گشتم یار رنگِ من گرفت

اِسم اَللّٰہ ذات چار ہیں۔ جب فقر اِن چاروں اَسمار کو طے کر لیتا ہے تو اُسے چار قِسم کے تصرفات نصیب ہو جاتے ہیں۔

۱. اِسم اَللّٰہ کے تصورِ تصرف سے فنا فی اللّٰہ۔ بقا باللّٰہ۔ دیدارِ الٰہی سے مشرف اور یکتائی حاصل کر لیتا ہے۔ ہر وقت نورِ اللّٰہ میں گم رہتا ہے۔

۲. اِسم لِلّٰہ میں اپنے وجود کو طے کرنے سے زمین و آسمان کے لشکروں پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ: لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

۳. اِسم لَہٗ میں وجود طے کرنے سے لاہُوتِ لامکاں میں عالمِ اَرواح پر متصرف ہو جاتا ہے۔ زبان سَیف ہو جاتی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ: اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

۴. اِسم ھُوْ میں وجود طے کرنے سے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ عِلمِ لدُنی اور حضوریِ حق حاصل ہوتی ہے۔

اِسم اَللّٰہ ذات کے تصور اور باتفکر مشق سے وجود میں چوبیس لطائف انوارِ ذات کے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر اسم اَللّٰہ کا نور ہاتھوں میں منتجلی ہو جائے تو ایسے ہاتھ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ کا نمونہ بن جاتے ہیں۔ ایسا فقیر اگر چاہے تو ہاتھ کی ایک جنبش سے ہی ہر چیز زیر و زبر کر دے۔ ایسے فقیر کو لب ہلانے کی حاجت نہیں ہوتی۔ جس فقیر کی آنکھوں میں نوری لطیفہ متجلی ہو جاتا ہے اُس کی آنکھیں ع

اِک نگاہ جے عاشق ویکھے لکھ ہزاراں تارے ھُو!

"نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں" ـــــ کا نمونہ بن جاتی ہیں۔

جب یہ نوری لطیفہ زبان میں ظاہر ہوتا ہے تو فقیر کی زبان سَیفُ الرحمٰن ہو جاتی ہے۔ جس کام کو کہتا ہے "ہو جا" تو وہ جلد یا بدیر اپنے وقت پر ضرور پورا ہو جاتا ہے۔

جب یہ نور فقیر کے سینہ میں منور ہو جاتا ہے تو فقیر کا سینہ مہبطِ الٰہی کا خزینہ بن جاتا ہے۔ لوحِ ضمیر پر لوحِ محفوظ کے علوم نازل ہونے لگتے ہیں۔

جب یہ نوری لطیفہ کانوں میں بیدار ہو جاتا ہے تو کانوں میں روزِ اَلَسْت کی آواز سُنائی دینے لگتی ہے۔

جب یہ نوری لطیفہ دماغ میں متجلی ہوتا ہے تو فقیر پر انوارِ الٰہی کی بارش ہونے لگتی ہے۔ وہ زندگی میں ہی مقاماتِ موت کو طے کر لیتا ہے۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی مُلاقات اُسے نصیب ہو جاتی ہے۔ حضور پاک صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی حضوری مجلس سے جواب باصواب شروع ہو جاتا ہے۔

جب لطیفہ قلبی بیدا ہو جاتا ہے تو قلب کا تصفیہ مکمل ہو جاتا ہے۔ غل و غش اُس سے نکل جاتے ہیں۔ شیطان کی راہ بند ہو جاتی ہے۔ ایسا فقیر ـــ "تو میرے بندوں پر غلب نہ آ سکے گا" ـــ کا مصداق بن جاتا ہے۔ اُس کا قلب سلیم ہو کر دائمی حیات کا وارث بن جاتا ہے۔ اُسے اِلہام ہونے لگتا ہے۔ وہ روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ قلبِ منیب میں قُرب اور حضوری اور دیدارِ الٰہی نصیب ہو جاتا ہے۔ جب قلبِ شہید حاصل ہو جاتا ہے تو وہ یکتائی میں ماسوی اللّٰہ کسی دوسری طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

وحدت المقصود میں فقیر کو چار قسم کے راز نصیب ہو جاتے ہیں۔

۱. رازِ الہام۔ ۲. رازِ معرفت۔ ۳. رازِ توحید۔ ۴. رازِ نور۔

۱. رازِ الہام کا مقام قلب ہے۔ اور یہ آواز مقامِ اَلَسْت سے آتی ہے۔

۲. رازِ معرفت کا مقام سِرِ دماغ ہے۔ اس کو آواز نورِ محمدی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے آتی ہے۔

۳. رازِ توحید کُل و جُزو کی طے میں ہے جس کی آواز سِرِ اَسرارِ قُربِ پروردگار لامکانی سے آتی ہے۔

۴. رازِ نور میں آواز قُربِ الحق کی حضوری سے آتی ہے۔

مقاماتِ مشاہدہ۔ زبانی تسبیح خوانی۔ مشاہداتِ نفس۔ قلب۔ رُوح۔ آفتاب۔ ماہتاب۔ ملائکہ جنت۔ شیطان۔ آتش۔ باد۔ آب۔ خاک۔ صورتِ شیخ سب مقامِ ناسوت سے ہیں۔ مقامِ توحید کا مشاہدہ فنا فی اللّٰہ بقا باللّٰہ مقامِ لاہُوت سے ہے جو خاص

مقام ذات و توحید باری تعالیٰ کا ہے۔ جب فقیر اس مقام پر آتا ہے تو ہمہ اوست در مغز و پوست ہو جاتا ہے۔ مقامِ توحید میں غرق ہو کر ناسوتی مقامات سے الگ ہو جاتا ہے۔ (عین الفقر)

جب توحید مطلق صاحبِ تصور کی طرف غایت تمام رُخ کرتی ہے تو اُس کا نفس قلب اور قلب رُوح ہو جاتی ہے۔ رُوح سِرّ ہو جاتی ہے اور سِرّ مقامِ خفی میں اور خفی مقامِ اَنا میں آجاتا ہے۔ اَنا جب یخفیٰ میں آجاتا ہے تو اُسے توحیدِ مطلق کہتے ہیں۔ اِس طرح آخر سے اوّل منطبق ہو جاتا ہے۔ جس طرح توحید سے نورِ محمدی ظاہر ہوا نورِ محمدی سے رُوح اور رُوح سے نور (متجلّی ہوا)۔ پھر اسم جسم۔ قلب۔ نفس۔ قالب اربعہ عناصر پیدا ہوئے۔ پس کامل مُرشد اسی طرح مراتب بمراتب۔ منزل بمنزل۔ مقامِ توحید میں غرق کرتا اور روزِ ازل تک پہنچا دیتا ہے۔ حبُّ الوطن من الایمان۔ (الحدیث)۔ (عین الفقر)

جب فقیر توحید میں کامل ہو جاتا ہے تو اُس کے وجود میں تین مقامات پر نورِ توحید ظاہر ہو جاتا ہے۔

۱۔ پیشانی پر۔ ۲۔ قلب میں۔ ۳۔ آنکھوں میں۔

پیشانی کا نور تو بارگاہِ الٰہ میں سربسجود رہنے سے قائم رہتا ہے۔ قلب کا نور حفاظتِ قلب سے قائم رہتا ہے۔ قلب کی اس طرح حفاظت کرے کہ اس میں ماسوی اللہ۔ خیالِ غیر کو بھی داخل نہ ہونے دے۔ اور آنکھوں کا نور شریعت اور سُنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر عمل میں نگاہ رکھنے سے قائم رہتا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ: وہ ایسے ہیں گناہوں سے توبہ کرنے والے۔ اللہ کی عبادت کرنے والے۔ اُس کی حمد کرنے والے۔ روزہ رکھنے والے۔ رکوع کرنے والے۔ سجدہ کرنے والے۔ نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بُری باتوں سے باز رہنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔ ایسے مومنین کو بشارت دے دیجئے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ (پارہ آیت ۱۱۱۔ القرآن)

وَاِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰه۔

یہ مقام صرف ہفت سُلطان الفقراء کو حاصل ہے۔ سُلطان الفقراء کی شان بیان کرتے ہوئے باھُوؒ سُلطان فرماتے ہیں کہ وہ ھاھویتِ حق کے حریم۔ جلال و جمال کے معتکف۔ ذاتِ مطلق کے مُشاہدہ میں مستغرق معبودِ حق سے شہود و مشہود کی عین عنایت سے مشرف۔ سُبحانی ما اعظم شانی کے مایۂ ناز پنگھوڑے جھولنے والے۔ صدر نشینِ مقامِ عزت۔ معرفت و وحدتِ مطلق کا تاج پہنے ہوئے۔ تصفیہ و تزکیہ میں اَنْتَ اَنَا وَ اَنَا اَنْتَ کی چادر اوڑھے ہوئے۔

ہفت اَرواحِ فقراء باصفا۔ فنا فی اللہ۔ بقا باللہ۔ محوِ خیالِ ذات ہمہ مغز بے پوست۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال قبل بحرِ جمال میں مستغرق۔ شجر مرأۃ الیقین پر پیدا ہوئے۔ اُنہوں نے اَزل سے اَبد تک بجز ذاتِ حق کسی کو نہیں دیکھا اور ماسوی اللہ کسی کو نہیں سُنا۔ اُنہیں حریمِ کبریاء کے سمندر میں دائمی وصالِ لازوال حاصل ہے۔ گاہ قطرہ بحر میں گاہ بحر قطرہ میں اُن کی مثال ہے۔ اُن کا مقام حریمِ ذاتِ کبریا ہے۔ وہ حق سے ماسوی الحق کوئی چیز طلب نہیں کرتے۔ کمینی دُنیا اور اُخروی نعمتوں حُور و قصور اور بہشت کو ایک نظر بھی نہیں دیکھتے۔

وَاِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰه اُن کا مقام ہے۔ جس طرح لوہا آگ میں سُرخ ہو جائے تو اُسے آگ بھی کہہ سکتے ہیں اور لوہا بھی۔ اِسی طرح عارف باللہ اُن کو فنا فی ھُو کے مقام پر دیکھ کر خدا کہہ دے تو بھی جائز ہے اور اگر بندۂ خدا کہہ دے تو بھی روا ہے۔

اُن کا کلام حضوری معرفت اور قُربِ خدا کا کلام ہے۔ ؎

آنچہ می گویم نہ گویم از ہوا
در حضوری معرفت قُرب از خُدا

اُن کی زبان کُنْ برابر ہے اور انہیں قلم کے احکام واپس موڑنے کی قوت

حاصل ہے۔ ع

زبان جو میری کُنْ برابر موڑے کم قلم دے ھُو

وہ ہر قدرت پر قادر ہوتے ہیں۔

اُنہیں بارگاہِ کبریا سے عین عنایت حاصل ہے۔ اُن کی کیمیا نظر کے سامنے کیا مُردہ کیا زندہ۔ کیا مُسلم کیا کافر۔ کیا بے نصیب کیا بانصیب سب برابر ہیں۔ جس کو چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں فیض دے دیتے ہیں۔

حضُور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی حضوری ہیں۔ اُنہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوقِ خدا کو تلقین کا حکم دیا ہے۔

سُلطان الفقراء طالبانِ حق کو وِرد اور ظاہری کی تلقین نہیں دیتے بلکہ اپنی نگاہ سے واصلِ حق اور حضوری بنا دیتے ہیں۔ ع

طالب بیا۔ طالب بیا۔ طالب بیا!

تا رسانم روزِ اوّل با خُدا

فقر کی یہ منزل بہت بڑی اور اس کی گھاٹی بہت سخت ہے۔

فقیر مخدوم جہانیاں جہاں گشت ؒ نے چودہ طبق کا سیر و تماشہ دیکھا۔ تاہم اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ کے مقام کو نہیں پہنچے۔

ابراہیم ادھمؒ نے راہِ خدا میں سلطنت چھوڑ دی مگر اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ کے مقام کو نہیں پہنچے۔

سُلطان بایزیدؒ نے تمام عمر ریاضتیں اُٹھائیں۔ بالآخر اپنے نفس کی کھال تک کھینچ ڈالی۔ مراتب سُلْطَانُ الْعَارِفِیْن تک پہنچے لیکن مقام اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ نصیب نہ ہُوا۔

شیخ بہاؤالدین رکن عالمؒ راہِ فقر میں اپنی جان سے بھی نکل گئے لیکن ہرگز اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ کا مرتبہ نصیب نہ ہُوا۔

حضرت رابعہؒ بصری نے فقر کو خواب میں دیکھا۔ بے واسطہ مراتب فقر تک

پہنچیں لیکن اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ کا مرتبہ نہ ملا۔

حضرت محی الدین محبوبِ سُبحانیؒ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ کے مقام پر پہنچے اور فقیر محی الدین کا خطاب پایا۔ (عین الفقر)

○

یا اللہ! ہمیں بھی توحید میں کامل اور نورِ توحید سے حصّہ عطا فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

○

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم

○

ترجمہ و شرح کتاب مستطاب طُرْفَةُ الْعَیْن تصنیف تالیف سُلطان العارفین سُلطانُ الفقر فنا فی عین ذات یا ھُو باھُو قدس سرہ العزیز آج بروز اتوار مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۵ء از قلم فقیر الطاف حُسین قادری سروری سُلطانی بمقام شاہدرہ لاہور بحفظ ... تکمیل پذیر ہُوا۔

○

فقیر الطاف حُسین قادری سروری سُلطانی

المُلقّب: آخری عہد کا خلیفہ سُلطانی عزیز کالونی شاہدرہ لاہور